ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
www.tanzeem.org
3
24 تا 30 محرم الحرام 1430ھ / 22 تا 28 جنوری 2009ء

یہودی: انسانیت کے دشمن

اس پوری کائنات میں شر کے منبع اور سرچشمہ شیطانِ لعین کا انسانوں میں سب سے بڑا ایجنٹ یہودی ہے، اور یہود کا سب سے بڑا آلۂ کار پروٹسٹنٹ عیسائی ہیں۔ خصوصاً وائٹ اینگلو امریکن پروٹسٹنٹس اور وائٹ اینگلو سیکسن پروٹسٹنٹس۔ انہی کے ذریعے سے یہودی نے چرچ کو علیحدہ کرایا۔ انہی کے ذریعے سے سود کی اجازت حاصل کی اور بینک آف انگلینڈ بنایا۔ انہی کے ذریعے یورپ میں وہ تہذیب پروان چڑھی ہے، جس کی بنیاد سیکولرازم، سود پر مبنی سرمایہ داری اور لذت پرستی (Headonism) پر ہے۔ اس دوران علم کی دوسری آنکھ بند کر دی گئی اور وحی کی جانب بالکل نہیں دیکھا گیا۔ لہٰذا دنیا میں دجالیت قائم ہوئی۔ سیکولرازم کے تحت مذہب کا تعلق انسان کی اجتماعی زندگی کے تمام گوشوں سے بالکل ختم کر دیا گیا۔ سود کے ذریعے یہودی نے پہلے یورپ کو جکڑا تھا، اب وہ چاہتے ہیں کہ پوری انسانیت ہمارے قبضے میں آ جائے۔ ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف جیسے ادارے اسی لیے وجود میں لائے گئے ہیں۔ یہ فنانشل کلونیل ازم ہے جو اس وقت دنیا کے اندر اپنی جکڑ بندی کر رہا ہے۔ گلوبلائزیشن جب پورے عروج پر آ جائے گی، اور Trips کا معاہدہ ہو جائے گا تو ملک بے معنی ہو جائیں گے، حکومتوں کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہوگی، اصل میں ملٹی نیشنل کمپنیاں حکومت کر رہی ہوں گی۔ وہ اپنے منیجرز کو جو تنخواہیں دیتی ہیں، سرکاری ملازمت میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ یہ درحقیقت یہود کا وہ سارا نظام ہے جس نے پہلے یورپ کو جکڑا، پھر امریکہ کو اور اب وہ پوری دنیا کو جکڑ دینا چاہتے ہیں۔

بصائر
ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ

اس شمارے میں

خاموش تماشائی
بھارت کے جارحانہ عزائم اور ہمارا طرزِ عمل
نفاذِ اسلام میں رکاوٹ کا حل
امیر تنظیم اسلامی کی پریس کانفرنس
......شہباز شریف کے نام خط
موجودہ ملکی صورتحال اور کرنے کا اصل کام
مہاتیر محمد کا باراک اوبامہ کو مشورہ
خود کو بدلیے
دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

الھدیٰ (355)

سورۃ الاعراف

(آیات 50تا53)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

﴿ وَنَادٰٓی اَصۡحٰبُ النَّارِ اَصۡحٰبَ الۡجَنَّۃِ اَنۡ اَفِیۡضُوۡا عَلَیۡنَا مِنَ الۡمَآءِ اَوۡ مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ ؕ قَالُوۡۤا اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَہُمَا عَلَی
الۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۵۰﴾ الَّذِیۡنَ اتَّخَذُوۡا دِیۡنَہُمۡ لَہۡوًا وَّ لَعِبًا وَّ غَرَّتۡہُمُ الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا ۚ فَالۡیَوۡمَ نَنۡسٰہُمۡ کَمَا نَسُوۡا لِقَآءَ یَوۡمِہِمۡ ہٰذَا ۙ وَ مَا
کَانُوۡا بِاٰیٰتِنَا یَجۡحَدُوۡنَ ﴿۵۱﴾ وَ لَقَدۡ جِئۡنٰہُمۡ بِکِتٰبٍ فَصَّلۡنٰہُ عَلٰی عِلۡمٍ ہُدًی وَّ رَحۡمَۃً لِّقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ ﴿۵۲﴾ ہَلۡ یَنۡظُرُوۡنَ اِلَّا تَاۡوِیۡلَہٗ ؕ
یَوۡمَ یَاۡتِیۡ تَاۡوِیۡلُہٗ یَقُوۡلُ الَّذِیۡنَ نَسُوۡہُ مِنۡ قَبۡلُ قَدۡ جَآءَتۡ رُسُلُ رَبِّنَا بِالۡحَقِّ ۚ فَہَلۡ لَّنَا مِنۡ شُفَعَآءَ فَیَشۡفَعُوۡا لَنَاۤ اَوۡ نُرَدُّ فَنَعۡمَلَ
غَیۡرَ الَّذِیۡ کُنَّا نَعۡمَلُ ؕ قَدۡ خَسِرُوۡۤا اَنۡفُسَہُمۡ وَ ضَلَّ عَنۡہُمۡ مَّا کَانُوۡا یَفۡتَرُوۡنَ ﴿۵۳﴾ ﴾

’’اور دوزخی بہشتیوں سے (گڑگڑا کر) کہیں گے کہ کسی قدر ہم پر پانی بہاؤ یا جو رزق اللہ نے تمہیں عنایت فرمایا ہے، اُس میں سے (کچھ ہمیں بھی دو)۔ وہ جواب دیں گے کہ اللہ نے بہشت کا پانی اور رزق کافروں پر حرام کر دیا ہے، جنہوں نے اپنے دین کو تماشا اور کھیل بنا رکھا تھا اور دنیا کی زندگی نے اُن کو دھوکے میں ڈال رکھا تھا۔ تو جس طرح یہ لوگ اُس دن کے آنے کو بھولے ہوئے اور ہماری آیتوں سے منکر ہو رہے تھے، اسی طرح آج ہم بھی انہیں بھلا دیں گے۔ اور ہم نے اُن کے پاس کتاب پہنچا دی ہے جس کو علم و دانش کے ساتھ کھول کھول کر بیان کر دیا ہے (اور) وہ مومن لوگوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔ کیا یہ لوگ اس کے وعدۂ عذاب کے منتظر ہیں۔ جس دن وہ وعدہ آ جائے گا تو جو لوگ اُس کو پہلے سے بھولے ہوئے ہوں گے وہ بول اُٹھیں گے کہ بے شک ہمارے پروردگار کے رسول حق لے کر آئے تھے، بھلا (آج) ہمارے کوئی سفارشی ہیں کہ ہماری سفارش کریں یا ہم (دنیا میں) پھر لوٹا دیے جائیں کہ جو عمل (بد) ہم (پہلے) کرتے تھے (وہ نہ کریں بلکہ) اُن کے سوا اور (نیک) عمل کریں۔ بے شک اُن لوگوں نے اپنا نقصان کیا اور جو کچھ یہ افترا کیا کرتے تھے اُن سے سب جاتا رہا۔‘‘

دوزخ والے جنت والوں کو پکار کر کہیں گے کہ کچھ تھوڑا سا پانی جو اللہ نے تمہیں دے رکھا ہے ہماری طرف بھی بہا دو یا، جو رزق تمہیں اللہ نے دیا ہے اُس میں سے کچھ ہمیں بھی دے دو۔ ع اے خانہ بر انداز چمن کچھ تو ادھر بھی۔ اس پر اہل جنت جواب دیں گے کہ اللہ نے یہ دونوں چیزیں کافروں پر قطعاً حرام کر دی ہیں، اس لیے اگر ہم تمہیں کورا جواب نہ دینا چاہیں اور تمہیں ان نعمتوں میں سے کچھ دینا بھی چاہیں تو ایسا نہیں کر سکتے، کیونکہ ایسا کرنا ممکن نہیں ہے۔ اس دنیا میں آزاد زندگی بسر کرنے والوں کے بارے میں فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے دین کو کھیل کود بنا لیا تھا، اپنے اوقات کو ہنسی، مذاق، ٹھٹھہ اور خوش گپیوں میں گزارا اور ہر نفسانی خواہش کو پورا کرتے رہے۔ گویا دنیا کی زندگی نے انہیں دھوکے میں مبتلا کر دیا۔ تو آج کے دن ہم ایسے لوگوں کو نظر انداز کریں گے۔ اصل الفاظ ہیں ’’انہیں بھلا دیں گے‘‘۔ اللہ تعالیٰ تو نسیان سے مبرا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کو جانتے بوجھتے نظر انداز کر دے گا، جیسا کہ انہوں نے آج کے دن کی ملاقات کو بھلائے رکھا تھا۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جو ہماری آیات کا انکار کرتے رہے تھے۔ اور ہم تو اُن کے پاس ایک کتاب لے آئے تھے جس کی ہم نے پوری تفصیل علم کے ساتھ بیان کر دی۔ وہ ایمان لانے والے لوگوں کے لیے ہدایت بھی تھی اور رحمت بھی۔ مگر وہ تو بس اس چیز کا انتظار کرتے رہے کہ قرآن مجید میں جو آیات عذاب آ رہی ہیں اُن کا عملی ظہور کب ہوگا۔ کب سیلاب کا بند ٹوٹے گا اور اُن کو بہا لے جائے گا۔ گویا وہ اُس دن کا انتظار کر رہے تھے جس دن اس کا مصداق ظاہر ہو جائے گا۔ تو جب وہ دن آ جائے گا تو جن لوگوں نے اُسے پہلے بھلا رکھا تھا، اب وہ کہیں گے، یقیناً ہمارے پروردگار کے جو رسول آئے تھے وہ حق کے ساتھ آئے تھے، بھلا سفارش کرنے والوں میں کوئی ایسے ہیں جو آج ہماری سفارش کریں، یا کوئی ایسی شکل پیدا کر دیں کہ ہمیں دوبارہ لوٹا کر دنیا میں بھیج دیا جائے؟ اگر ایسا ہو جائے تو پھر ہم ان کاموں کے برعکس کام کریں گے جو ہم پہلے کرتے رہے تھے، مگر اب تو اس کا کوئی امکان نہیں جب کہ وہ اپنے آپ کو برباد کر چکے ہیں۔ اور جو افترا وہ کرتے رہے تھے وہ اُن سے گم ہو جائے گا۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

اللہ کی راہ میں نکلنے کی فضیلت

عَنْ اَبِیْ عَبْسٍ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : ((مَا اغْبَرَّتْ قَدَمَا عَبْدٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَتَمَسَّہُ النَّارُ)) (رواہ البخاری)

حضرت ابوعبس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’یہ نہیں ہو سکتا کہ کسی بندے کے قدم راہ خدا میں چلنے سے گرد آلود ہوئے ہوں، پھر ان کو دوزخ کی آگ چھو سکے۔‘‘

تشریح: ہر اُس کام کو فی سبیل اللہ کہا جائے گا جو دین کی سربلندی اور اللہ کی رضا کے لیے کیا جائے۔ چنانچہ ایسے کام میں جدوجہد کرنے والے کو قدم قدم پر نیکی ملے گی اور اس حدیث میں بیان کردہ بشارت میں اُس کا حصہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خاموش تماشائی

ہٹلر نے کہا تھا کہ میں چاہوں تو ساری دنیا کے یہودی ماردوں لیکن میں بہت سوں کو اس لیے چھوڑ رہا ہوں کہ دنیا جان لے کہ میرا ان کو مارنا کتنا جائز اور درست تھا۔ اگرچہ قرآن یہودیوں کی فتنہ سازی کا پردہ ڈیڑھ ہزار سال پہلے چاک کر چکا تھا اور ان کی بدعہدی کا بار بار ذکر کرتا ہے‘ ایک مسلمان کے لیے یہ عقیدے اور ایمان کا معاملہ ہے‘ لیکن ایک غیر مسلم کی حیثیت سے ہٹلر کا اس نتیجہ پر پہنچنا کہ یہودی سارے فساد کی جڑ ہے اور عالمی امن کے لیے حقیقی خطرہ ہے‘ ہٹلر سے ہزار اختلاف کے باوجود ہمیں اس کے فہم اور فراست کی داد دینی ہوگی۔ اللہ رب العزت قرآن پاک میں یہودیوں کو مغضوب اور انتہائی گمراہ قوم قرار دیتا ہے۔ ان کی تاریخ کا مطالعہ کریں۔ سازش‘ تخریب کاری‘ عیاری اور مکاری سے بھری پڑی ہے۔ وہ اپنے اس فن کو استعمال کرتے ہوئے وقت کی ہر عالمی قوت یا قوتوں کے کندھوں پر سوار ہو جاتے ہیں۔ پھر اس قوت کو اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ اقبال کے دور میں فرنگ کی قوت سپریم تھی‘ لہٰذا اس مردِ دانا نے کہا تھا ”فرنگ کی رگِ جاں پنجہ یہود میں ہے“۔ آج یہ پنجہ امریکہ کی گردن میں گاڑھ دیا گیا ہے۔ امریکی شہری اپنے خون پسینے کی کمائی سے ٹیکس دیتا ہے‘ لیکن اس دولت کا کثیر حصہ یہودی مفادات کی حفاظت میں عراق میں پانی کی طرح بہا دیا جاتا ہے۔ نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ کرنے والے امریکہ اور اس کے اتحادیوں کو یہ فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ ریاستی دہشت گردی انفرادی اور گروہی دہشت گردی کو جنم دیتی ہے۔ اگر عراق، افغانستان‘ فلسطین اور کشمیر میں عالمی قوتوں کی ریاستی دہشت گردی جاری رہی تو دنیا اور غیر محفوظ ہو جائے گی اور آپ ایجنٹ حکمرانوں سے معاہدہ اسلام آباد کریں یا اوسلو معاہدہ کریں ان کی حیثیت کاغذ کے بے وقعت ٹکڑوں کے سوا کچھ نہیں ہوگی۔

خود اسرائیل کا کردار جزیرہ نمائے عرب میں ایک غنڈے اور بدمعاش کی مانند ہے۔ مغرب کا یہ ناجائز بچہ وقفہ وقفہ سے عربوں اور فلسطینیوں کے خون سے ہولی کھیلتا آ رہا ہے۔ لیکن گزشتہ تین ہفتوں سے غزہ کے فلسطینیوں کا جو قتل عام کر رہا ہے‘ اس سے اس کے سابقہ مظالم بھی ماند پڑ گئے ہیں۔ وہ عورتوں اور گلیوں میں کھیلنے والے معصوم بچوں پر فاسفورس بم برسا کر اپنی بربریت اور درندگی کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ یہودی تو خونِ مسلم سے اپنی پیاس بجھا رہا ہے، دنیا کا ضمیر کیوں مردہ ہو گیا ہے۔ نام نہاد مہذب سوسائٹی مظاہروں پر اکتفا کیوں کر رہی ہے۔ ان حکمرانوں کا منہ کیوں نہیں نوچا جا رہا جو انتہائی ڈھٹائی اور بے شرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے حماس کو اس جنگ کا ذمہ دار ٹھہرا رہے ہیں۔ امریکہ کے حرم سرا میں پلنے والی کنیز جو ہر آن طاقت کے در پر سجدہ ریز رہتی ہے اور سلامتی کونسل کے نام سے بڑوں کے ظلم و جبر کو قانونی تحفظ فراہم کرتی ہے‘ تاخیری حربوں اور اپنے بدنیتی پر مبنی طویل اجلاس سے اس کوشش میں رہتی ہے کہ اسرائیل اپنے مقاصد پورے کر لے تب سیز فائر پر عمل درآمد کرایا جائے۔ رہ گئے مسلمان ممالک کے حکمران تو ان میں غیرت و حمیت نام کی کوئی شے رہ گئی ہوتی تو مسلمانوں کو یہ دن کیوں دیکھنے پڑتے۔

عام مسلمان جب ایسی خبریں پڑھتا ہے کہ حماس کے خلاف کارروائی کے لیے بعض عرب ممالک نے اسرائیل کو لاجسٹک سپورٹ فراہم کی اور اسرائیل کے ساتھ انٹیلی جنس share کر رہے ہیں تو اس کا دماغ ماؤف ہو جاتا ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ ان مسلمان حکمرانوں کو نہ موت یاد ہے اور نہ تاریخ سے عبرت حاصل کرتے ہیں کہ زمانے نے ایسے غداروں کا منہ کالا کیا اور ذلیل و رسوا کر کے نہ صرف ان سے تخت و تاج چھین لیا بلکہ عبرت ناک انجام سے دوچار کیا۔ اکثر کو سربازار ذلیل کر کے انہیں موت کے منہ میں دھکیل دیا۔ (باقی صفحہ 18 پر)

”تا خلافت کی بنا‘ دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ | لاہور

ندائے خلافت

جلد 18 | 24 تا 30 محرم الحرام 1430ھ | شمارہ 3
22 تا 28 جنوری 2009ء

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد‘ طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس‘ ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔اے علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور۔54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔54700
فون: 03-5869501

قیمت فی شمارہ 10 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......300 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا----------------(2000 روپے)
یورپ‘ ایشیا‘ افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ‘ کینیڈا‘ آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ‘ منی آرڈر یا پے آرڈر
”مکتبہ خدام القرآن“ کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

”ادارہ“ کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

نادر شاہ افغان

[بالِ جبریل]

حضورِ حق سے چلا لے کے لُو لوئے لالا   وہ ابر جس سے رگِ گُل ہے مثلِ تارِ نفس!
بہشت راہ میں دیکھا تو ہو گیا بے تاب   عجب مقام ہے، جی چاہتا ہے جاؤں برس
صدا بہشت سے آئی کہ منتظر ہے ترا   ہرات و کابل و غزنی کا سبزۂ نورس!
سرشکِ دیدہ نادر بہ داغِ لالہ فشاں!   چناں کہ آتشِ اُو را دگر فرو نہ نشاں!

اِس نظم میں علامہ اقبال نے نادر شاہ مرحوم شاہِ افغانستان کی خدمت میں خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ اِس نظم کی تخلیق سے پہلے 1934ء میں انہوں نے ''مثنوی مسافر'' میں شاہ مرحوم سے اپنی ملاقات اور اُن کے بعض اوصاف کا بیان بڑے موثر پیرائے میں کیا ہے۔

نادر شاہ کا اصلی نام محمد نادر خان تھا۔ اُن کی ابتدائی تعلیم و تربیت ملٹری کالج ڈیرہ ڈون (یوپی) میں ہوئی تھی۔ بعدازاں مزید فوجی تعلیم حاصل کرنے کے لیے انگلستان گئے، اور امیر امان اللہ خان (معزول شاہ) کے عہد میں افغانی فوج کے کمانڈر انچیف مقرر ہوئے۔ 1919ء میں جب امان اللہ خان نے انگریزوں کے خلاف اعلانِ جنگ کیا تو جنرل نادر خان نے تھل کے معرکے میں اپنی فوجی قابلیت اور ذاتی شجاعت کا روشن ثبوت دیا۔ اِس کے بعد اُن کے اور امان اللہ خان کے مابین اختلافات رونما ہوئے۔ چنانچہ امان اللہ خان نے اُنہیں فرانس میں سفیرِ مملکت مقرر کر کے بھیج دیا۔ جب 1929ء میں بچہ سقہ نے کابل میں ''دورِ آمریت'' شروع کیا تو نادر خان افغانستان واپس آئے اور بچہ سقہ کا خاتمہ کر کے افغانستان کے حاکم بن گئے۔

اکتوبر 1933ء میں انہوں نے علامہ اقبال، ڈاکٹر سر راس مسعود اور مولانا سید سلیمان ندوی کو کابل آنے کی دعوت دی، جس کا مقصد یہ تھا کہ اُن کے مشوروں سے افغانوں کے لیے نیا نظامِ تعلیم مدوّن کیا جائے۔ چنانچہ یہ تینوں مشاہیر کابل تشریف لے گئے، لیکن افسوس کہ نومبر 1933ء میں کسی بدخواہ نے اِس ''دیدۂ ہوشمند'' اور خیر خواہ قوم کو اپنی گولی کا نشانہ بنایا۔ علامہ اور سید ندوی، دونوں نے اپنے انداز میں بیان کیا ہے کہ شاہ مرحوم کے دل میں دین اور ملت کا درد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ وہ نہایت مہذب، شیریں کلام، منکسر المزاج اور رقیق القلب تھے۔ اُن کی آنکھیں مولانا محمد علی جوہر کی طرح اشکباری کے لیے ہر وقت تیار رہتی

علامہ اقبال نے اِس نظم میں بھی حسبِ معمول تمثیل، استعارہ اور کنایہ کا خوب استعمال کیا ہے۔

1۔ لولوئے لالہ: روشن اور آبدار موتی۔ ابر، کنایہ ہے شاہ مرحوم سے۔ رگِ گل کو تشبیہ دینے سے مُراد یہ ہے کہ اُس ابر کی بدولت پھولوں میں زندگی پیدا ہو جاتی ہے۔ رگِ گل کنایہ ہے ملتِ اسلامیہ سے۔ فرماتے ہیں کہ وہ ابر جس میں پھولوں کو زندگی بخشنے کی طاقت ہے، اللہ کے حضور سے موتیوں کا ذخیرہ لے کر چلا، یعنی بوقتِ رخصت اللہ نے اُسے کثیر تعداد میں موتی عطا فرمائے۔

2۔ راستے میں بہشت نظر آئی تو اُس نے خیال کیا کہ لاؤ، یہیں برس جاؤں، اور اِسی خطّے کو سیراب کر دوں۔

3۔ لیکن بہشت نے یہ کہا کہ اے ابر! تیری ضرورت یہاں سے زیادہ افغانستان کی سرزمین کو ہے، تو ہرات، کابل اور غزنی کو سیراب کر۔

4۔ نادر شاہ کی آنکھوں سے جس قدر آنسو قوم اور وطن کی محبت میں نکلے ہیں، اُن کو گلِ لالہ کے داغوں پر چھڑک دو، تاکہ اِس کی آگ کبھی ٹھنڈی نہ ہو سکے۔ یعنی افغانوں کے قلوب میں وہی ملی و دینی جذبات پیدا کر دو، جو نادر شاہ مرحوم کے قلب میں موجزن تھے۔

توبہ کی منادی

خوف کے بُت توڑو

ربّ سے تعلق جوڑو!

بھارت کے جارحانہ عزائم اور ہمارا طرزِ عمل

دشمنوں کے دلوں سے ہمارا رعب نکل گیا ہے۔ اس کی وجہ ہماری دنیا پرستی ہے۔ آیئے، اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے گناہوں کی معافی مانگیں، انفرادی زندگی میں بھی شریعت کی پاسداری کا عہد کریں اور اجتماعی سطح پر بھی نفاذِ اسلام کے لیے اپنی توانائیاں وقف کر دیں۔ ملک کی بقاء، استحکام اور خوشحالی نفاذِ اسلام کے بغیر ممکن نہیں

مسجد دارالسلام باغِ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے 26 دسمبر 2008ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[آیاتِ قرآنی کی تلاوت اور خطبہ مسنونہ کے بعد]

حضراتِ محترم! اس وقت ملکی صورتحال یہ ہے کہ پاک بھارت کشیدگی اپنے عروج پر ہے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ ممبئی میں جو حادثہ پیش آیا، اس کے فوراً بعد یہ بات کہی گئی تھی کہ اگلے اڑتالیس گھنٹے بہت اہم ہیں۔ جیسے مریض کے بارے میں ڈاکٹر کہتے ہیں کہ اُسے ہارٹ اٹیک ہوا ہے، اور اِس وقت اگرچہ اُس کی حالت بہتر ہے لیکن اگلے دو دن بڑے نازک ہیں، کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ توقع یہ کی جا رہی تھی کہ اڑتالیس گھنٹے گزر جائیں گے تو معاملہ ٹھنڈا پڑ جائے گا، مگر ایسا نہیں ہوا۔ بھارت نے دباؤ بڑھا کر اس معاملے کو اس انتہا تک پہنچا دیا کہ اب وہ خود بھی بآسانی پیچھے ہٹنے کی پوزیشن میں نہیں ہے۔ چونکہ بھارت میں انتخابات بھی قریب ہیں، لہٰذا اس ایشو کو اوّلاً تو ہندو مسلم دشمنی کے تناظر میں بی جے پی نے اٹھایا مگر بعد میں کانگریس کو بھی مجبور ہونا پڑا کہ وہ اس معاملے میں پیچھے نہ رہے۔ چنانچہ انہوں نے پاکستان کے خلاف ایسے بیانات دیئے، جس کے بعد اب پیچھے ہٹنا انہیں شکست تسلیم کرنے کے مترادف معلوم ہوتا ہے۔

اس صورتحال میں ہمارا طرزِ عمل حد درجہ معذرت خواہانہ بلکہ بزدلانہ رہا۔ تاہم یہ ردِعمل ہرگز خلافِ توقع نہیں۔ اس لیے کہ ہم ایک ایسی قوم سے کیا توقع کریں گے جس کے بارے میں اقبال نے کہہ دیا کہ:

جانتا ہوں میں یہ اُمت حاملِ قرآں نہیں
ہے وہی سرمایہ داری بندۂ مومن کا دیں

جب بندۂ مومن کا دین سرمایہ داری ہو جاتا ہے تو یہی ہوتا ہے۔ اُس پر خوف، بزدلی اور موت کا ڈر طاری ہو جاتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے 14 سو سال پہلے ہمیں متنبہ فرما دیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: ”وہ زمانہ آرہا ہے کہ (دنیا کی) قومیں تم پر حملہ کرنے کے لیے ایک دوسرے کو اس طرح پکاریں گی جس طرح کھانے والے کھانے کے پیالے پر گرتے ہیں۔“

صحابہ کرامؓ نے عرض کی: ”یا رسول اللہ ﷺ! کیا اس زمانے میں ہم مسلمان تعداد میں کم ہو جائیں گے؟“

حضور ﷺ نے فرمایا: ”نہیں، تم ان دنوں بہت زیادہ تعداد میں ہو گے، لیکن تمہاری حالت ایسی ہو جائے گی جیسے سیلاب کے پانی کی سطح پر جھاگ اور خس و خاشاک ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رعب اٹھا دے گا اور تمہارے دلوں میں کمزوری ڈال دے گا۔“

ایک صحابیؓ نے پوچھا: ”یا رسول اللہ! وہ کمزوری کیسی ہوگی؟“

حضور ﷺ نے فرمایا: ”دنیا کی محبت اور موت سے کراہت۔“ (مسند احمد)

اس حدیث کو بیان کرتے ہوئے اکثر میرا ذہن اِس بات کی طرف منتقل ہو جاتا ہے کہ صحابہ کرامؓ تو چند ہزار نفوسِ قدسیہ تھے۔ انہوں نے بہت زیادہ بھی امت کو چند لاکھ پر قیاس کیا ہوگا۔ وہ یہ تصور بھی نہیں کر سکتے ہوں گے کہ وہ وقت بھی آئے گا جب اس اُمت کی تعداد ڈیڑھ ارب کے قریب ہوگی اور پھر بھی وہ دنیا میں بے بس، لاچار، کمزور، پسی ہوئی اور مظلوم ہوگی۔ دراصل جب انسان دنیاداری میں پڑ جائے تو پھر موت کے تصور سے بھی گھبراتا ہے اور ہر صورت میں موت سے بچنا، اس سے بھاگنا اُس کا دین و ایمان بن جاتا ہے۔ یہ چیز دنیا پرستی کا لازمی نتیجہ ہے۔ ایک آدمی جتنا زیادہ دنیا کے اندر پیوست ہوگا، اتنا ہی موت اُسے مشکل نظر آئے گی، اور وہ کبھی بھی موت کو خوش آمدید نہیں کہے گا۔ ظاہر ہے کہ جس کا سب کچھ دنیا میں اٹوسٹ ہے وہ ہنسی خوشی کیسے موت کو گلے لگائے گا۔ ہاں جس نے اعمالِ صالحہ کی صورت میں سامان آگے بھیجا ہوگا وہ مسکراتے چہرے کے ساتھ موت کا استقبال کرے گا۔

نشانِ مردِ مومن با تو گویم
چوں مرگ آید تبسم بر لبِ اوست

مذکورہ بالا حدیث میں ایک بڑے پتے کی بات یہ بھی فرمائی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے دلوں میں سے تمہارا خوف اور رعب نکال دے گا۔ یعنی وہ جو مسلمان کی دھاک اور رعب ہوتا ہے وہ ختم ہو جائے گا۔ آج آپ دیکھ لیجئے، ہندو بنیا جو بزدلی کے آخری درجہ پر ہے اور وہ یہودی جس کی بزدلی مشہور ہے، ان دونوں کے دلوں سے بھی مسلمان کا خوف نکل گیا ہے اور وہ ہمارے خلاف شیر بنے ہوئے ہیں۔ یہ ہے وہ کیفیت جس سے ہم اس وقت دوچار ہیں۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر یہ بہت بڑا احسان ہے جس کا ہم شکر کا حق بھی ادا نہیں کر سکتے، کہ اُس نے ہمیں ایٹمی ڈیٹرنٹ دیا ہوا ہے، جس کے بارے میں انہیں یہ اندیشہ ہے کہ کہیں ہم اس کو استعمال نہ کر بیٹھیں، مگر اس کے باوجود ہم خوف سے کانپ رہے ہیں۔

بظاہر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ بزدلی کی وجہ سے ہم بوکھلاہٹ کا شکار ہو چکے ہیں۔ ایک طرف حال یہ ہے کہ ہمارے مقتدر حلقے کبھی کوئی، کبھی کوئی بیان دے رہے، دوسری جانب ہمارے وزیرِ دفاع ہر چند دن بعد یہ بیان دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ ہم ایٹمی آپشن استعمال نہیں کریں گے۔ گویا اگر انڈیا کو اس کا تھوڑا بہت خوف ہے بھی تو وہ دل سے نکال دے، ہم اِس کے عدمِ استعمال کا گارنٹی دیتے ہیں۔ یہ طرزِ عمل ہماری بزدلی کی انتہا ہے۔ اور اس کی وجہ وہی ہے جس کا ذکر حدیث میں ہوا ہے، یعنی دنیا پرستی۔ آج ہمارے عوام سے لے کر خواص تک ہر شخص کا ایک ہی مطمحِ نظر ہے، اور وہ پیسہ اور دنیاوی مفادات ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایٹمی طاقت ہونے کے باوجود ہم پر ڈر اور خوف طاری ہے۔ اگر دنیا پرستی کی بجائے فی الواقع خدا پرستی قوم کا ہدف ہوتی، اگر واشنگٹن کی بجائے اللہ کی طرف رجوع کیا ہوتا، دنیا کی بجائے آخرت ہمارا مقصود ہوتی، تو پھر، اسلحہ اور ٹیکنالوجی کی طاقت کے کم ہونے بلکہ نہ ہونے کے باوجود

بھی ہم جرأتمندانہ اور آبرومندانہ مؤقف اپناتے۔ علامہ اقبال جنہیں پوری قوم حکیم الامت اور مصور پاکستان تسلیم کرتی ہیں، کہتے ہیں۔

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسا
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی!

یہ شعر شاعرانہ مبالغہ آرائی نہیں، بلکہ بہت بڑی حقیقت کا ترجمان ہے۔ اِس دور میں اِس حقیقت کا سب سے بڑا مظہر طالبان مجاہدین کی مزاحمت ہے۔ امریکہ اور اُس کے اتحادی سائنس وٹیکنالوجی، جنگی مہارت، اسلحہ اور ہتھیاروں کے اعتبار سے اس وقت اوجِ ثریا پر پہنچے ہوئے ہیں مگر طالبان نے جدید اور خوفناک جنگی ٹیکنالوجی اور عسکری قوت کے نہ ہونے کے باوجود امریکہ کے آگے گھٹنے نہیں ٹیکے۔ کیا یہ اس صدی کا معجزہ نہیں ہے کہ امریکہ ساری دنیا کی قوت اکٹھا کر کے نیٹو کی صورت میں افغانستان کے خلاف لے آیا، مگر طالبان نے امریکہ اور نیٹو کے ابلیسی جتھے کو ناکوں چنے چبوانے پر مجبور کر رکھا ہے۔ حالانکہ نیٹو وہ اتحاد ہے جس کا نام سن کر ہی ہمارے ایوانوں میں کھلبلی مچ جاتی ہے۔

ہم نے نائن الیون کے بعد امریکہ کی ایک فون کال پر اُس کے تمام ناجائز مطالبات فی الفور تسلیم کر لیے۔ اور پھر اِس عاقبت نااندیشی کو زمینی حقائق کا نام دے دیا۔ قوم کے سامنے اس بات کی رٹ لگائی گئی کہ ہم امریکہ کے سامنے کھڑے نہیں ہو سکتے تھے لہٰذا بہتری اِس میں ہے کہ اُس کے تمام مطالبات مان لو، اس کے آگے سجدہ ریز ہو جاؤ۔ اسی ''زمینی حقیقت'' کا لازمی نتیجہ اب اِس سوچ کی صورت میں برآمد ہو رہا ہے کہ انڈیا بھی ہم سے کئی گنا بڑا ملک ہے۔ اگرچہ نیوکلیئر ٹیکنالوجی میں پاکستان اس سے بہتر پوزیشن میں ہے۔ لیکن روایتی ہتھیاروں میں وہ ہم سے آگے ہے، لہٰذا زمینی حقائق کا تقاضا یہ ہے کہ انڈیا کے آگے بھی سربسجود ہو جاؤ۔ یہ اندازِ فکر اس بات کی علامت ہے کہ ہمارے نزدیک زمینی حقائق اور زمینی وسائل ہی سب کچھ ہیں، ایمانی حقائق کی (معاذ اللہ) سرے سے کوئی اہمیت ہی نہیں۔

بتوں سے تجھ کو اُمیدیں، خدا سے نومیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے!

مسلمان صرف اللہ کے آگے جھکتا ہے، اسی پر بھروسہ کرتا ہے۔ وہ اس بڑی طاقت کو مانتا ہے جس کے سامنے دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ لاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ۔ اس ایمانی حقیقت کو نظر انداز کر کے اگر ہم بھی زمینی حقائق اور زمینی وسائل پر بھروسہ کریں گے تو پھر یونہی پستی میں رہیں گے، چاہے ہمارے پاس ایٹم بم بھی موجود ہے۔ بہرحال انڈیا کے جارحانہ عزائم پر ردعمل کے حوالے سے ہماری صورتحال انتہائی تکلیف دہ ہے۔ اگرچہ گزشتہ دنوں آرمی چیف کا جو بیان آیا، اُس سے کچھ حوصلہ ضرور ہوا، لیکن مجموعی طور پر جو کیفیت ہے وہ بہت ہی مایوس کن ہے۔

حالیہ پاک بھارت کشیدگی کے دوران ایک اور حقیقت بھی منکشف ہوئی اور نکھر کر ہمارے سامنے آئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ موجودہ کشیدگی کے تناظر میں امریکہ کا رول کیا ہے، امریکہ کس کے ساتھ ہے۔ نائن الیون کے بعد ہم نے امریکہ کے سامنے سر جھکا دیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ بتاؤ تم ہمارے ساتھ ہو یا نہیں ہو؟ اگر ہمارے ساتھ نہیں ہو تو پھر ہمارے دشمن ہو گے۔ چنانچہ ہم نے طالبان کی اسلامی حکومت کے خاتمے میں امریکہ سے مجرمانہ تعاون کیا اور پھر یہ سمجھا کہ ہم نے امریکہ کو اپنا ہمنوا اور اپنا دوست بنا لیا ہے، اور اب اس کے شر سے ہم محفوظ ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد ہر چیز اُس کے چرنوں پر قربان کرتے چلے گئے۔ اس کے کہنے پر اپنے دین وایمان، اپنی اسلامی اقدار اور نظریہ پاکستان الغرض ہر چیز سے دست بردار ہوتے چلے گئے۔ آج معلوم ہو گیا ہے کہ امریکہ جس کے ہم نان نیٹو اتحادی ہیں، وہ اصل میں کس کے ساتھ ہے۔ آج وہ پورے طور پر بھارت کو سپورٹ کر رہا ہے۔ نہ صرف سپورٹ کر رہا ہے بلکہ اُسے Push بھی کر رہا ہے کہ پاکستان کے خلاف کوئی کارروائی کرو۔ دوسری جانب امریکی عہدیدار بار بار آ کر ہمارے حکمرانوں کو یہ سمجھا رہے ہیں کہ انڈیا کو سرجیکل سٹرائیک کرنے دو، اور تم خاموشی سے بیٹھے رہو، کوئی بات نہیں، اِس سے انڈیا کا کچھ غبار نکل جائے گا۔ کیا اب بھی امریکہ کی دشمنی کے بارے میں کوئی شک وشبہ رہ گیا ہے؟ ہم پر یہ لازم ہو گیا ہے کہ اس پالیسی پر پورے طور پر نظرثانی کریں جس کے تحت ہم امریکہ کے اتحادی بنے اور اُس سے ہر طرح کا تعاون کیا، اور اُس کے کہنے پر اپنے ہی عوام اور فوج کو لڑا رہے ہیں۔ ہمیں اب اِس تو غلط پالیسی سے فی الفور نکل آنا چاہیے۔ یہ بہترین موقع ہے کہ امریکہ سے ہر طرح کا تعاون ختم کر دیا جائے، اگر نہیں کرتے تو اِس کا مطلب یہ ہو گا کہ ہم ایک احمق اور شعور سے عاری قوم ہیں اور ہم میں غیرت نام کی کوئی شے موجود ہی نہیں۔

خدارا! اپنے اندر جرأت ایمانی پیدا کیجیے۔ انڈیا کے جارحانہ عزائم کے حوالے سے جرأتمندانہ اور مربوط موقف اپنایئے۔ اللہ کو راضی کیجیے۔ اگر وہ راضی ہو گیا، تو کوئی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ زمینی حقائق کو بالکل ہی نظر انداز کر دیا جائے۔ یقیناً اسباب کو بھی اختیار کیا جانا چاہیے۔ ہمارے دین کی تعلیمات یہ ہیں کہ بیمار کو دوا ضرور دو، علاج معالجہ کراؤ، لیکن یقین دواؤں اور ڈاکٹر پر نہیں ہونا چاہیے، بلکہ اللہ پر ہو، وہی شفا دینے والا ہے۔ اسی طرح کسب معاش کے لیے تمہیں جدوجہد تو کرنی ہے، لیکن روزی رساں تم خود نہیں، اللہ ہے۔ وہ چاہے گا اور جتنی چاہے گا اتنی روزی ملے گی۔

اس وقت خطے میں پاکستان کی جو جیو پولیٹیکل پوزیشن ہے اس میں چین ہمارا ایک بہترین سپورٹر ثابت ہو سکتا ہے۔ یہ اسباب اللہ تعالیٰ ہی مہیا کرتا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک پریس کانفرنس میں میں نے طالبان ہی کا ذکر کیا کہ وہ بغیر اسباب کے کھڑے ہوئے ہیں تو صحافیوں میں سے ایک صاحب نے کہا کہ نہیں جی، آئی ایس آئی بھی طالبان کے ساتھ تھی، اور پاکستانی حکومت نے بھی انہیں سپورٹ کیا، یہ اسباب تھے جن کی وجہ سے وہ کھڑے ہوئے۔ میں نے کہا، وہ اسباب کون پیدا کرتا ہے۔ جب طالبان نے اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر، اُس پر توکل کرتے ہوئے قدم بڑھائے اور مزاحمت کا فیصلہ کیا تو اللہ ہی نے زمین سے اسباب بھی پیدا کر دیے۔ وہ آج بھی اسباب پیدا کر سکتا ہے، آپ فیصلہ تو کریں۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا، اس وقت پاکستان کی جو جیو پولیٹیکل پوزیشن ہے، اس حوالے سے عالم اسباب میں چین ہمارے لیے ایک بہترین سہارا بن سکتا ہے، لیکن پھر بات وہیں آتی ہے کہ اس کے لیے مومنانہ شان، جرأت اور فراست درکار ہے۔ سب سے پہلے اس ایمانی حقیقت کو دلوں میں بٹھایئے کہ واقعی کل قوتوں کا مالک اللہ ہے۔ وہی دشمنوں کے خلاف ہماری مدد کرے گا۔ اگر ہم فی الواقع اس کے وفادار بن جائیں پھر یقیناً کوئی بڑا قدم اٹھا سکیں گے۔ دوسرے لفظوں میں ہم یہ طے کریں کہ ہمارا قبلہ وکعبہ واشنگٹن نہیں ہے، ہمارا ہدف سیکولرازم نہیں بلکہ ہماری ترجیح اوّل دین اسلام ہے۔ ہم نے یہ ملک اسلام کے نام پر حاصل کیا تھا، مگر ہم نے اسلام سے روگردانی کی۔ یہ ہمارا اجتماعی جرم ہے۔ اب اِس کے ازالہ کے لیے ہماری قومی اسمبلی متفق ہو کر طے کرے کہ آئندہ قرآن وسنت کی غیر مشروط بالادستی ہو گی۔ یہ بات پورے خلوص واخلاص کے ساتھ دستور میں طے کر دی جائے۔ یہ درحقیقت اجتماعی توبہ کی طرف ہمارا ایک اہم قدم ہو گا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ انفرادی سطح پر افراد بھی توبہ کریں، اللہ کی مدد کو پکاریں۔ قوم کا ایک قابل ذکر حصہ توبہ کرے گا تو اللہ کی رحمت ہماری طرف متوجہ ہو گی۔ توبہ صرف یہی نہیں کہ چند مرتبہ استغفار کی تسبیح پڑھ لو

اور فارغ ہو جاؤ۔ نہیں، بلکہ یہ ہے کہ اپنے گناہوں پر شدید ندامت ہو اور آئندہ کے لیے شریعت کی پیروی کا عزم مصمم ہو۔

اس وقت اللہ کی مدد ہم سے روٹھی ہوئی ہے۔ اللہ کی رحمت ہم پر سایہ فگن نہیں ہے۔ تبھی تو قوم اس حال کو پہنچی ہے کہ ساری دنیا میں چرچے ہو رہے ہیں کہ خاکم بدہن یہ ملک ٹوٹ جائے گا، یہ اتنے حصوں میں بٹ جائے گا۔ آئندہ اس کی جغرافیائی پوزیشن بتائی جا رہی ہے کہ بلوچستان الگ سٹیٹ بنے گا، صوبہ سرحد کا بڑا حصہ افغانستان میں شامل ہو جائے گا اور ایک مختصر سی پٹی کی صورت میں بچا کھچا علاقہ پاکستان رہ جائے گا۔ مغربی پرنٹ میڈیا میں یہ ساری باتیں کیوں شائع کی جا رہی ہیں، اِس لیے کہ اللہ کی مدد اور رحمت ہمارے شامل حال نہیں۔ انڈیا بھی ہم پر اسی لیے دانت تیز کر رہا ہے اور کرزئی صاحب بھی اسی لیے ہمیں طعنے دے رہے ہیں۔ اللہ کی مدد اور نصرت کب ہمارے شامل حال ہوگی، اس کی شرط لازم اُس کے دین کی نصرت وحمایت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ایک اٹل فیصلہ ہے: ”اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ اور تمہاری مدد کرے گا اور تم کو ثابت قدم رکھے گا۔“ (محمد:7) اور قرآن حکیم نے یہ بات بھی واضح کر دی کہ ”اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔ اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو پھر کون ہے کہ تمہاری مدد کرے اور مومنوں کو چاہیے کہ اللہ ہی پر بھروسا رکھیں۔“ (آل عمران:160)“

ہم اللہ کی طرف رجوع کی بجائے امریکہ کی مدد کا سہارا ڈھونڈتے ہیں۔ ہمارے حکمران، اور سیکولر حلقے یہ سمجھتے ہیں کہ امریکہ بڑی قوت ہے۔ اس کا سہارا رہے گا تو کوئی ہمیں میلی نگاہ سے نہیں دیکھے گا۔ گویا ہم نے جو مقام اللہ کو دینا تھا وہ امریکہ کو دیا ہوا ہے۔ اللہ کے مقابلے میں امریکہ کی کیا حیثیت ہے۔ کائنات اور اس کا پورا نظام اسی کے حکم کے تابع ہے۔ جو شخص بھی نظام کائنات کا مشاہدہ کرے گا وہ لازماً اس نتیجے تک پہنچے گا کہ اللہ کی قدرت کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔ اگر اللہ تمہاری پشت پر کھڑا ہو جائے تو تمہیں کوئی شکست نہیں دے سکتا اور اگر وہ تمہارا ساتھ چھوڑ دے...... تو پھر کوئی نہیں جو تمہاری مدد کر سکے، تمہیں مشکلات ومصائب سے نکال سکے۔ اللہ ساتھ کب چھوڑے گا؟ جب کہ تمہاری طرف سے بے وفائی ہوگی، جب تم اللہ اور اس کے دین سے غداری کرو گے، جب تم اللہ کے دشمنوں کے ساتھ دوستی کی پینگیں بڑھاؤ گے، اور شیطانی تہذیب کو اختیار کرو گے، جب سودی معیشت کو فروغ دو گے، وہ سود کہ جس کے بارے میں اللہ نے دوٹوک انداز میں کہہ دیا تھا، اگر اِسے نہیں چھوڑو گے تو اللہ اور رسول ﷺ کی طرف سے تمہارے خلاف اعلان جنگ ہے۔ اگر اللہ سے بے وفائی، اور سرکشی تمہارا شیوہ بن جائے پھر تو اللہ مدد سے ہاتھ کھینچ لے گا۔

اس وقت صورتحال یہ ہے کہ ہم نے شریعت کو بازیچۂ اطفال بنایا ہوا ہے۔ اللہ کے دین سے کھلم کھلا انحراف کا مطلب یہ ہے کہ معاذ اللہ ہمیں اللہ کی نصرت وحمایت نہیں چاہیے۔ اللہ کی رحمت، نصرت اور مدد لینے سے تو ہم نے خود انکار کیا جب ہم نے کہا کہ سودی معیشت برقرار رہے گی، آج کی دنیا میں اس کے بغیر گزارہ نہیں ہے۔ ہم نمائشی اسلامائزیشن کریں گے بھی تو اُسے بھی متنازعہ بنا دیں گے۔ ہم سود کو نہیں چھوڑیں گے معاشی نظام کا پورا ڈھانچہ وہی رہے گا۔ وہی سودی نظام چلے گا۔ معاذ اللہ اللہ اور رسول ﷺ کا ہمارے خلاف اعلان جنگ ہے تو ہمیں منظور ہے، ہم اللہ اور رسول ﷺ سے لڑنے کے لیے تیار ہیں، سود کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اس لیے کہ پوری دنیا کی معیشت سود پر ہے، سود کو ختم کرنے سے امریکہ ناراض ہو جائے گا اور ہم پر پابندیاں لگ جائیں گی۔

ہمیں اللہ کی مدد اور نصرت کی ضرورت ہے۔ اللہ کی رحمت جو ہم سے روٹھی ہوئی ہے، اُس کو منانے کا واحد راستہ اجتماعی توبہ ہے۔ توبہ کا آغاز اس بات سے ہوگا کہ ہم غیر اللہ کی غلامی سے نکل کر اللہ کی غلامی اختیار کرنے کا فیصلہ کریں۔ یہ فیصلہ قومی سطح پر بھی اور ذاتی سطح پر بھی۔ آج ہم تہذیب، ثقافت اور رویوں میں مغرب کے غلام بنے ہوئے ہیں، حالانکہ ہماری اور اُن کی تہذیب میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ یہود ونصاریٰ کی تہذیب کی پیروی تو کجا، ہمیں تو ان کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے سے بھی سختی سے روکا گیا ہے۔ ہمیں تہذیب وثقافت میں اپنا قبلہ درست کرنا ہوگا۔ ہم ہیں تو مسلمان، لیکن اللہ سے دور ہیں۔ ہمارا عمل ہمارے عقیدے سے متصادم ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اللہ کی طرف رجوع کریں اور عملاً بھی مسلمان بن جائیں۔ قرآن میں کہا گیا: ﴿فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ﴾ (الذّٰریٰت:50) ”لپکو اللہ کی طرف“۔ سب کچھ اسی کے ہاتھ میں ہے، کسی اور کے سامنے کیوں بھیک مانگتے ہو، مدد کے لیے اللہ ہی سے رجوع کرو۔ وہی ہے جو تمہیں حفاظت مہیا کرنے والا ہے، چھوٹے دشمن سے بھی بڑے سے بڑے دشمن سے۔ اگر اللہ کی مدد کو پکارو گے تو وہ غیب سے اسباب پیدا فرما دے گا۔ سورۃ الطلاق میں فرمایا گیا: ”اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا، وہ اس کے لیے (رنج ومحن سے) مخلصی (کی صورت) پیدا کرے گا۔ اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے (وہم و) گمان بھی نہ ہو۔ اور جو اللہ پر بھروسا رکھے گا تو وہ اس کو کفایت کرے گا۔“ (آیات:3،2) حدیث میں آتا ہے کہ ”جو شخص استغفار کو لازم پکڑ لے (یعنی اللہ تعالیٰ سے برابر اپنے گناہوں کی معافی مانگتا رہے) تو اللہ تعالیٰ اُس کے لیے ہر تنگی اور مشکل سے نکلنے کا راستہ بنا دے گا، اور اُس کو اُن طریقوں سے رزق دے گا جن کا اُس کو خیال وگمان بھی نہ ہوگا۔“ (مسند احمد، سنن ابی داؤد)

اللہ کی طرف رجوع اور ایمانی تقاضوں کو پورا کرنے کا نتیجہ آخرت کی دائمی اور حقیقی کامیابی کے علاوہ یہ بھی ہوگا کہ دنیا میں عزت وسربلندی ہمارا مقدر ہوگی۔ اللہ کا وعدہ ہے: ”اور (دیکھو) بے دل نہ ہونا اور نہ کسی طرح کا غم کھانا، تم ہی غالب اور سربلند رہو گے اگر تم مومن (صادق) ہوئے۔“ (آل عمران:139) لیکن یہ وعدہ ایک شرط کے ساتھ مشروط ہے، اور وہ شرط ایمان ہے۔ ہم میں سے ہر شخص اپنے آپ کو مومن سمجھتا ہے، لیکن ایمان کا قرآنی معیار اپنانے کو تیار نہیں۔ ضروری ہے کہ ہم اپنے ایمان کو قرآن کے بتائے گئے معیار پر پرکھیں۔ قرآن بتاتا ہے کہ ایمان حقیقی کا معیار اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت ہے۔ ﴿وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ ”اگر تم (فی الواقع) مومن ہو تو اللہ اور رسول کی اطاعت کرو۔“ اور یہ اطاعت صرف مسجد ہی میں نماز اور ذکر اذکار کی حد تک مطلوب نہیں بلکہ زندگی کے ہر معاملے میں مطلوب ہے۔ ہمارا دین تو کُل زندگی کا دین ہے۔ ہماری معاشرت اسلامی ہونی چاہیے۔ ہمارے گھر کا ماحول اسلامی ہونا چاہیے۔ اپنے والدین، اہل وعیال، پڑوسیوں اور دوسرے لوگوں کے ساتھ ہمارا رویہ اور برتاؤ وہ ہونا چاہیے، جس کی تعلیم اسلام نے دی ہے، جس کی تلقین محمد رسول اللہ ﷺ نے کی ہے۔ ہمارا کاروبار اسلامی ہونا چاہیے۔ اُس میں حرام کی آمیزش نہ ہو۔ ہمارا کلچر، ہماری تہذیب، ہماری روایات، ہماری عدالت اور ہمارا سیاسی نظام کتاب اللہ اور سنت رسول کے مطابق ہو۔ اگر ہم پوری زندگی میں احکام شریعت کی پیروی کریں گے تو دنیا وآخرت میں کامیابی ملے گی۔ دنیا میں بھی عروج واقبال حاصل ہوگا، اور آخرت میں بھی نارِ جہنم سے بچ سکیں گے۔ ایمان وہ معتبر ہے، جس کے ساتھ عمل صالح بھی ہو، تقویٰ بھی ہو۔ یہ ایمان کا کیسا دعویٰ ہے۔ زبان سے تو اللہ کو مانتے ہیں مگر پیروی ہر ہر معاملے میں غیر اللہ کی ہو رہی ہے۔ کوئی یہ کہے کہ میں اپنے والدین کی بڑی عزت کرتا ہوں مگر ان کی کسی بات پر توجہ نہ دے، اُن کی بات کو ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دے، ان کے احکام کو پاؤں تلے روندے۔ کون شخص اُس کی بات کا اعتبار کرے گا۔ ہم اپنی زبان سے یہ کہیں کہ ہم نے اللہ کو اپنا رب مان لیا، لیکن اس کے احکام کی دھجیاں بکھیریں تو یہ چیز ایمان کے یکسر منافی ہے۔

فقہی اختلافات کی بنیاد پر

اسلامی نظام کے نفاذ میں رکاوٹ کا ایک حل

ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ
بانی تنظیم اسلامی

میں ابتدا ہی میں یہ عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ یہ موضوع بہت حساس ہے۔ میں یاد دلانا چاہتا ہوں کہ پاکستان بننے کے فوراً بعد جب یہاں کچھ حلقوں کی جانب سے اسلامی نظام کے نفاذ کا مطالبہ ہوا تو ایک دوسرے حلقے کی طرف سے سب سے بڑا اعتراض یہی آیا تھا کہ کس کا اسلام؟ بقول ان کے پاکستان میں اسلام نافذ نہیں ہو سکتا، کیونکہ کس کا اسلام آئے گا؟ سنی، شیعہ، دیوبندی، حنفی، مالکی یا اہل حدیث کا آئے گا؟ اس طبقے کی طرف سے یہی سب سے بڑی دلیل ہے جو بار بار پیش کی گئی اور آج محسوس یہ ہوتا ہے کہ شائد ہم اپنے طرز عمل سے یہ ثابت کرنے پر تل چکے ہیں کہ اس وقت ان لوگوں کی دلیل صحیح تھی اور پاکستان میں اگر اس دلیل کو کسی بھی درجے میں پذیرائی حاصل ہوئی تو ماننا پڑے گا کہ پاکستان کی منزل اسلام نہیں ہو سکتی۔

پاکستان بننے کے بعد ہمارے ہاں دین کے حق میں جو جوش و خروش تھا اگر اس کو صحیح طور پر استعمال کیا جاتا تو یہ سارے دردسر ختم ہو جاتے۔ اسی طرح نظام مصطفیٰ ﷺ کی تحریک کے بعد اس ملک میں دوسری بار اس قسم کا جوش و خروش، بلکہ اس سے بڑھ کر جذبہ بیدار ہوا تھا، اگر فوری طور پر اقدامات کئے گئے ہوتے تو ہم بہت مراحل طے کر چکے ہوتے۔ میں یہ بات کہنے کی اجازت چاہوں گا کہ واقعہ یہ ہے کہ اصل قیمتی وقت ہم ضائع کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمائے اور ہماری فروگزاشتوں کو درگزر فرماتے ہوئے اور ہمیں مزید موقع عنایت فرمائے۔ اصل میں یہ ایک گریس پیریڈ ہے جس سے ہم گزر رہے ہیں، ورنہ واقعہ یہ ہے کہ ہم اصل وقت گم کر چکے ہیں۔

میں اس کے ساتھ اس طرف بھی اشارہ کرنا چاہتا ہوں کہ پاکستان کے لئے یہ مسئلہ مذہبی یا فقہی نہیں ہے، یہ اس کی زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔ اس لئے کہ اگر کسی شخص کو اس میں شک ہو کہ پاکستان اور اسلام لازم و ملزوم نہیں ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ پاگل خانے سے ورے اس کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ کوئی شخص جو اسلامی اجتماعیات کا ذرا سا بھی درک رکھنے والا ہو وہ آئے اور ثابت کرے کہ اس ملک کے لئے، اس کی بقا کے لئے، اس کے استحکام کے لئے، بلکہ میں کہتا ہوں کہ اس کے وجود کے لئے اس کے سوا کوئی اور جواز بھی ہے کہ یہاں اسلام قائم کیا جائے؟ ہم ایک سزا بھگت چکے ہیں۔ ملک آدھے سے بھی کم رہ گیا ہے۔ قائداعظم نے جو پاکستان بنایا تھا وہ اب "پاکستان جو تھا" کہلاتا ہے اور موجودہ پاکستان کو آپ "بچا کھچا پاکستان" کہہ سکتے ہیں۔ ہماری سرحدوں کے دونوں طرف جو حالات ہیں، ہمارے ملک کے اندر جو کچھ ہو رہا ہے، اس سے آپ صرف نظر کر کے اور اسے صرف ایک جزوی اور مذہبی سمجھ کر آگے چلیں گے تو پاکستان کے لئے باقی رہنے کا کوئی سوال نہیں ہے۔ یہ تاریخ کا فیصلہ ہے۔

> کوئی شخص جو اسلامی اجتماعیات کا ذرا سا بھی درک رکھنے والا ہو، وہ آئے اور ثابت کرے کہ اس ملک کے لئے، اس کی بقا و استحکام کے لیے بلکہ میں کہتا ہوں کہ اس کے وجود کے لئے اس کے سوا کوئی اور جواز بھی ہے کہ یہاں اسلام قائم کیا جائے

اب ذرا غور کیجئے، کسی بھی ملک کی بقا کے لئے جتنے بھی عوامل ہوتے ہیں ان میں سے ایک عامل بھی ہماری پشت پر موجود نہیں ہے۔ آپ ذرا ان عوامل کو ایک ایک کر کے گنتے چلے جائیے۔ ایک تاریخی عامل ہوتا ہے۔ کوئی ملک جب سے تاریخ چلی ہے، اسی نام سے چلا آ رہا ہے۔ مثلاً چین کا نام تاریخ میں ہمیشہ سے چین ہے، جبکہ پاکستان کے پیچھے وہ تاریخی جواز اور تقدس موجود نہیں ہے۔ 61 سال قبل یہ ملک نہیں تھا۔ اسی طرح ایک جغرافیائی عامل ہوتا ہے۔ یہ بھی ہماری پشت پر نہیں ہے، بلکہ ہمارے خلاف ہے۔ اس لئے کہ ہماری مشرقی سرحدیں خالص مصنوعی سرحدیں ہیں۔ جغرافیائی اعتبار سے ان سے زیادہ مصنوعی سرحدوں کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ میدانوں کو آپ نے اس طرح کاٹا ہے جیسے کیک کاٹا جاتا ہے۔ دریاؤں کو آپ نے کاٹا ہے۔ ریت کے ٹیلے جو بہاولپور سے کراچی تک چلے گئے ہیں ان کی تو کوئی حد ہی نہیں ہوتی۔ آج ادھر ہیں، کل ادھر ہیں۔ پھر کوئی مضبوط قومیت جو کسی ملک کی بقا کی ضمانت دے سکے، وہ بھی ہمارے ہاں نہیں ہے۔ اس وقت کا سب سے بڑا عامل نسلی قومیت ہے جبکہ ہمارے ہاں ابن خلدون کی اصطلاح میں کوئی "نسلی تعصب" موجود نہیں ہے۔ نیشنلزم کا دوسرا بڑا عامل لسانی عصبیت ہے۔ آج کا عرب نیشنلزم جیسا کچھ بھی ہے وہ اس لسانی عصبیت کی بنیاد پر قائم ہے۔ ہمارے پاس وہ لسانی عصبیت بھی موجود نہیں ہے۔ تو ہے کیا ہمارے پاس جس کا سہارا لیں؟ سوائے دین اسلام کے، سوائے اس جذبے کے جس نے اس ملک کو بنایا تھا۔

میں یہاں یہ عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ ہمارے ہاں دانشوروں میں زیڈ اے سلہری صاحب کا بہرحال ایک مقام تھا۔ انہوں نے جس قدر اخبارات میں مسلم قومیت کی رٹ لگائی تھی، اپنی جگہ وہ درست تھی لیکن میں یہ یاد دلانا چاہتا ہوں کہ پاکستان بننے سے پہلے اس مسلم نیشنلزم کے پیچھے ہندوؤں کے طرز عمل کا رد عمل تھا۔ ہندو کا وہ رویہ تھا جو مسلمان کو جگا تا تھا کہ یہ اور ہے میں اور ہوں۔ پاکستان بننے کے بعد وہ عامل موجود نہیں ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلم نیشنلزم ہی اس ملک کو بچا سکتا ہے، بشرطیکہ اس کی بنیاد "عملی اسلام" پر ہو، صرف نعرے پر نہ ہو، وہ اگر اس کی بنیاد بنے گا تب مسلم نیشنلزم یہاں پر پنپ سکتا ہے، ورنہ نہیں۔

پہلی بات یہ ہے کہ پبلک لاء اور پرسنل لاء میں واضح طور پر امتیاز ہونا چاہئے۔ یہ اصل معاملہ ہے جس کے ذریعے سے ان اختلافات کو حل کیا جا سکتا ہے اور اس رکاوٹ کو دور کیا جا سکتا ہے۔

جہاں تک پرسنل لاء کا تعلق ہے اور ہمارے ہاں جو فقہی اصطلاحات ہیں، ان کے حوالے سے عرض کروں گا کہ آدھا دین "عبادات ومناکحات" میں آجاتا ہے، مثلاً

> **جہاں تک پبلک لاء کا تعلق ہے تو اس میں بھی میں ایک بات عرض کرنے کی جرأت کر رہا ہوں۔ پبلک لاء میں کسی فقہ کا تخصص نہیں ہونا چاہئے۔ پبلک لاء صرف دو چیزوں پر مبنی ہونا چاہئے، ایک قرآن کریم اور دوسری سنت رسول ﷺ**

نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور نکاح، طلاق، وراثت وغیرہ۔ یاد رہے کہ ان ساری چیزوں کے بارے میں مذہبی ذہن زیادہ حساس ہوتا ہے مثلاً میری نماز ٹھیک ہوئی یا نہیں، میرا روزہ صحیح ہوا یا نہیں، صحیح وقت پر میں نے روزہ رکھا ہے یا نہیں، صحیح وقت پر کھولا ہے یا نہیں۔ اس لئے کہ چند منٹوں کا فرق اگر ہو گیا تو روزہ گیا۔ اسی طرح مناکحات کا معاملہ بھی حساس ہے۔ ان دونوں چیزوں کا پرسنل لاء احاطہ کر رہا ہے۔ چنانچہ ان کو تو علیحدہ رکھا جائے اور لوگوں کی بالکل آزاد مرضی پر چھوڑ دیا جائے اور ہمارے ہاں جتنے بھی فقہی گروہ موجود ہیں ان سب کی کامل آزادی کی ضمانت دی جائے اور اس کا ایک لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں جب بھی مردم شماری کرائی جائے اس میں متعین کیا جائے کہ کس فرقے کے کتنے لوگ ہیں تاکہ کوئی اپنی اصل آبادی سے بڑھ کر مطالبہ نہ کرنے لگے۔ اس کا شمار اور اندراج لازماً ہونا چاہئے۔

جب آپ اس مملکت کی بنیاد اسلام کو مانتے ہیں تو اسلام میں دو چیزیں ہیں، دین اور مذہب۔ دین تو سب مسلمانوں کا ایک ہے، مذاہب جدا جدا ہیں جیسے مذہب مالکی، مذہب شافعی، مذہب حنفی، مذہب اہل حدیث اور مذہب جعفری۔ تو اگر آپ کو دین اور مذہب کو اساس بنانا ہے تو اس سے گھبرایئے نہیں۔ ہمیں پھر متعین کرنا چاہئے کہ کون کیا ہے، کون کس فقہ کا ماننے والا ہے، کون کس طرز عبادت پر عمل پیرا ہے، کون مناکحات میں کس نقطہ نظر پر کاربند ہے۔ اس معاملے میں آبادی کے اندر جہاں ہندو اور مسلمانوں کی یا غیر مسلم اور مسلمان کی تقسیم ہو گی وہاں باقاعدہ مسلمانوں کی تقسیم بھی لانی پڑے گی، تاکہ معلوم ہو جائے کہ واقعتاً ہمارے ہاں کتنے لوگ کس مسلک کے موجود ہیں۔

ہر مسلک کے لئے ایک بورڈ بنایا جائے جو انہی کے ووٹوں سے بنے۔ حکومت کی مراعات بھی ہوں تو وہ آبادی کے تناسب سے ان میں تقسیم کی جائیں، اس میں اونچ نیچ نہیں ہونی چاہئے [redacted] لئے اگر خود بھی [redacted] بورڈ کے پاس جانا چاہئے جو ان کے مسلک کے معاملات کی دیکھ بھال کر رہا ہو۔ میں مساجد کو بھی اس میں شامل کر رہا ہوں۔ عقل کل کا مدعی تو کوئی بھی نہیں ہے۔ بہر حال میری جو ایک طالب علمانہ سوچ ہے اس کا حاصل میں نے آپ کے سامنے رکھا ہے۔

جہاں تک مساجد کا تعلق ہے ان کے مسلک کی تعیین میں کوئی حرج نہیں ہونا چاہئے۔ مسجد بالعموم پہلے سے متعین ہوتی ہے کہ کون لوگ اس کی تعمیر میں شریک ہیں اور اس کے لئے مالی معاونت کر رہے ہیں۔ جیسا کہ پہلے زمانے میں مسجد بنانے والا ہی متولی ہوتا تھا اور اس کی طرف سے طے ہوتا تھا کہ اس مسجد کا انتظام کس مسلک کے لوگوں کے ہاتھوں میں ہوگا۔ لہٰذا اس کا تحفظ ہونا چاہئے۔ پرسنل لاء یعنی عبادات ومناکحات میں زیادہ سے زیادہ آزادی دی جائے اور وہ آزادی حکومت کی طرف سے تسلیم شدہ ہو۔ حکومت ان کو منظور کرے۔ مختلف مسالک کے اپنے بورڈ ہوں اور حکومت کی مراعات میں بھی ان کی آبادی کے تناسب سے حصہ ملے اور ان کی مساجد اور مدارس واوقاف اس بورڈ کے تحت ہوں۔ پرسنل لاء احوال شخصیہ یعنی عبادات ومناکحات پر مشتمل ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کی بالکل وہی صورت قابل عمل ہے جو آیت اللہ خمینی نے اپنے ہاں رائج کر دی ہے۔ اس کو ہمارے ہاں بھی بعینہٖ جاری کرنا چاہئے۔

جہاں تک پبلک لاء کا تعلق ہے تو اس میں بھی میں ایک بات عرض کرنے کی جرأت کر رہا ہوں اور میں محسوس کرتا ہوں کہ شاید یہ بات بہت سے حضرات کو پسند نہ آئے۔ پبلک لاء میں کسی فقہ کا تخصص نہیں ہونا چاہئے۔

پبلک لاء صرف دو چیزوں پر مبنی ہونا چاہئے، ایک قرآن کریم اور دوسری سنت رسول ﷺ۔ ہمارے ہاں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ چیز پہلے سے چلی آرہی ہے اور ہمارے دستور میں بھی یہ [redacted]

done repugnant to the Holy Quran & Sunnah۔ اس میں کسی فقہ کا کوئی سوال نہیں ہے۔ اس لئے کہ آپ جس دور میں سانس لے رہے ہیں اس دور کے کچھ تقاضے ہیں۔ ان سے صرف نظر کرکے آپ آگے نہیں بڑھ سکتے۔ آج اورنگزیب عالمگیر وغیرہ کے دور کی فقہی کاوشیں سب کے لئے قابل قبول نہیں ہوں گی۔ آج کے دور میں اس کی تنفیذ کیسے ہو، اس کا میرے سامنے جو نقشہ ہے وہ دو طرفہ ہے۔ ایک اس کا مثبت پہلو ہے جو اس دفعہ کے اندر ہمیشہ کے لئے شامل کر دیا گیا ہے جو میں نے ابھی بیان کی ہے یعنی قرآن وسنت کی غیر مشروط بالادستی کی دفعہ۔ یہ معاملہ ہماری عدلیہ کے اختیارات میں شامل ہونا چاہئے۔ کوئی بھی شخص جا کر عدلیہ کا دروازہ کھٹکھٹائے اور ثابت کرے کہ فلاں مروجہ نافذ شدہ قانون یا فلاں زیر غور مسودہ قانون قرآن وسنت کے خلاف ہے۔ یہ طریق عمل مفید ہو سکتا ہے۔ اگر آپ نے بورڈ بنائے تو وہاں وہی سوالات اٹھائے جائیں گے کہ کون سی فقہ؟ پھر اگر فقہ حنفی ہے تو اس میں کون سا مکتب فکر ہے؟ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ ہی ہماری مسلمہ بنیادیں ہیں۔ ہمارے کلمہ کے اجزاء دو ہی ہیں: لا الٰہ الا اللہ، محمد رسول اللہ۔ ایک کا قائم مقام قرآن ہے اور دوسرے کا قائم مقام سنت رسول اللہ ﷺ ہے جو زندہ وپائندہ ہے۔ ان دو پر ہمارا سارا نظام چلے گا۔ اس میں منفی پہلو یہ ہے کہ جو قانون یا مسودہ قانون ثابت کر دیا جائے کہ ان کے مطابق نہیں وہ بے اثر اور کالعدم ہو جائے گا۔

لیکن ظاہر ہے کہ اس سے ایک خلاء پیدا ہوگا۔ آخر اس خلا کو کون پر کرے گا؟ یہ ہے وہ چیز جو میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جب تک اس ملک کے اندر پولیٹیکل بیس نہیں بنے گی کوئی نظام نہیں بن سکتا۔ آپ قبائلی دور کی زندگی کا تصور نہ کیجئے۔ یہ دور اب یہاں نہیں آسکتا۔ آج کے دور میں کسی خطے یا کسی ملک کے اندر مختلف نقطہ ہائے نظر کے لوگوں کو

توبہ کی منادی

ابلیسی نظام کے دو ہتھیار

بے حیائی کا فروغ اور سودی کاروبار

جب تک شمولیت نہیں ملے گی تصادم موجود رہے گا۔ یہاں پر کوئی ایسا انتظام ہونا چاہئے جو اس خلا کو پر کرے۔ علماء کا کام بھی یہی ہے کہ وہ عوام کو بتائیں کہ یہ بات غلط ہے۔ آخر اس ملک کے عوام مسلمان ہیں اور چاہے وہ اپنے عمل کے اعتبار سے کتنے ہی کوتاہ ہوں، جذباتی اعتبار سے وہ اس معاملے میں بڑے بیدار ہیں۔ اگر ثابت کر دیا جائے کہ یہ چیز اسلام کے اعتبار سے غلط ہے تو اس کو عوام کی تائید حاصل ہو جائے گی۔

میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ علامہ اقبال جنہوں نے پاکستان کا تصور دیا تھا، اس مملکت میں قانون اسلامی کی تنفیذ کے علمی مسائل سب سے پہلے اور سب سے زیادہ ان ہی کے سامنے آئے تھے۔ اقبال ہی وہی شخص ہے جو مولانا انور شاہ کشمیری سے یہ درخواستیں کرتا رہا کہ آپ لاہور تشریف لے آئیں۔ جدید تقاضوں اور جدید قانون کا جاننے والا میں ہوں اور قدیم کے ماہر آپ ہیں۔ ہم مل کر اسلامی قانون کے تدوین نو کا مرحلہ طے کرلیں۔ اس کے نفاذ کا وقت آئے گا تو اس وقت مکمل قانون ضروری ہوگا جبکہ ہم خلا میں کھڑے ہوں گے اور ہمارے پاس وہ چیز موجود نہیں ہوگی۔ اسی طرح انہوں نے اپنے خطبات میں اجتہاد کے بارے میں جو بات واضح کی ہے مجھے اندیشہ ہے کہ میرے بہت سے دوست اس کو پسند نہیں کریں گے، لیکن ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ کسی جدید ریاست میں اس کے سوا راستہ موجود نہیں ہے کہ اس کے لئے کوئی ادارہ ہو جس کو عوام کی تائید حاصل ہو۔ اس کے لئے آپ طے کر لیجئے کہ الیکشن کے اصول کیا ہوں، قاعدے اور ضوابط کیا ہوں۔ فرانچائز کی بنیاد کیا ہو۔ ہم اس وقت اس پر بحث نہیں کر رہے ہیں۔ کوئی ایسا ادارہ، جس کو عوام کی طرف سے تقدس اور اختیار تفویض کیا گیا ہو وہی کسی چیز کی تنفیذ کر سکتا ہے۔ چنانچہ ایک طرف یہ ادارہ بھی موجود ہو اور قانون کی تشکیل اور تدوین کر رہا ہو اور دوسری طرف عدلیہ کے ذریعہ چیک موجود ہو تا کہ اگر کوئی غلط چیز بن گئی ہو تو وہ اس کو کالعدم کر دے۔

اس ضمن میں صرف ایک اضافے کی ضرورت ہوگی کہ درمیان کا جو وقت ہے اس میں سابق قانون برقرار رہے گا۔ اس لئے کہ خلا نہیں رہ سکتا۔ اگر متبادل قانون سازی بروقت نہیں ہو رہی ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ معاشرہ ابھی بیدار نہیں ہوا۔ معاشرے میں اسلام کی طرف فیصلہ کن رجحان ابھی موجود نہیں ہے اور اگر ایسا ہے تو آپ قوانین کو مصنوعی طور پر تھوپ نہیں سکتے۔ اس کے لئے آپ کو عوام کے ذہن، ان کے فکر، ان کی سوچ کو بدلنا ہوگا اور اگر طویل راستے کو شارٹ کٹ کے ذریعے طے کرنے کی کوشش کی گئی تو اس کا نتیجہ وہی ریباؤنڈ ہوگا جو ہوتا رہا ہے اور بار بار ہوا ہے اور ہماری کوششیں ناکام ہوئی ہیں۔

اب میں آخری بات عرض کر رہا ہوں۔ ان فقہی اختلافات کے حل میں سب سے اہم چیز تقویٰ ہے۔ جب تک تقویٰ پیدا نہ کیا جائے، آخرت کی جواب دہی کا احساس عوام الناس میں بیدار نہ کیا جائے، جب تک خدا کے ساتھ ہماری وفاداری مستحکم نہیں ہوتی، یہ اختلافات ہوتے رہیں گے۔ جب انسان اصل سے ہٹ جاتا ہے تو لازماً اس کی فروعات کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ پھر چھوٹی چیزیں بھی بڑی بن جاتی ہیں۔ اس بڑی چیز کو سامنے لانے کے لئے ہمارے ذرائع ابلاغ کو موثر کردار ادا کرنا چاہئے۔

میں معذرت کے ساتھ عرض کر رہا ہوں کہ بدقسمتی سے ہمارے ہاں اب تک ذرائع ابلاغ نے بھی اختلافات کو ہوا دی ہے۔ ایک اجتماعی فکر پیدا کرنے کی بجائے شاید طے کیا گیا ہے کہ سب کو خوش کرنے کی کوشش کی جائے۔ نتیجہ یہ نکلا ہے کہ عوام کے سامنے کوئی فکر نہیں آ رہا ہے، بلکہ چوں چوں کا مربہ بن رہا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ فقہی اختلافات کی بجائے ذرائع ابلاغ کے ذریعے سے کسی ایک مسلک کی فکر کو نہ تھوپی جائے بلکہ ایمان جو جڑ اور بنیاد ہے، اس کو مستحکم کیا جائے۔ ذرائع ابلاغ کے جتنے بھی شعبہ ہیں وہ ایمان ویقین اور آخرت کی جواب طلبی کی نشر و اشاعت کریں۔ اس سے تلخیوں میں کمی آئے گی۔

پریس ریلیز — 13 جنوری 2008ء

ناجائز صیہونی ریاست کو تسلیم کرنے سے متعلق واجد شمس الحسن کا بیان یہودی تاریخ، صیہونی دہشت اور اُن کی اسلام دشمنی سے نابلد ہونے کی علامت ہے

اسرائیل کو تسلیم کرنا جبری اور ناجائز قبضہ کو بطور اصول تسلیم کرنا ہے

حافظ عاکف سعید

پاکستان اسرائیل کو تسلیم کر لے تو وہ دشمنی ختم کر دے گا۔ پاکستان کے ہائی کمشنر واجد شمس الحسن کا یہ بیان ظاہر کرتا ہے کہ مملکت خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان کے اعلیٰ عہدیدار بھی یہودیوں کی تاریخ، ان کی اسلام دشمنی اور صیہونی ذہنیت سے نابلد ہیں۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے اپنے ایک بیان میں کہی۔ انہوں نے کہا کہ ہماری اسرائیل سے دشمنی صرف عربوں کی وجہ سے نہیں بلکہ انسانیت کے خلاف جرائم کے ارتکاب، عالمِ اسلام کے خلاف سازشوں اور تخریب کاری کے ان واقعات کی وجہ سے بھی ہے جس میں وہ شب و روز مصروف رہتے ہیں۔ یہودی اپنے محسن کو بچھو کی مانند ڈستے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کے پہلے وزیر اعظم لیاقت علی خان نے بہت سی مراعات کے عوض اسرائیل کو تسلیم کرنے پر واشگاف الفاظ میں کہا تھا: ''ہماری روحیں برائے فروخت نہیں ہیں''۔ انہوں نے کہا کہ اسرائیل کو تسلیم کرنا جبری اور ناجائز قبضہ کو بطور اصول تسلیم کرنا ہے۔ اس وقت ساری دنیا اسرائیل کے مظالم اور بربریت کے خلاف احتجاج کر رہی ہے۔ ہمارے سفیر کو اگر فلسطینیوں کی حمایت میں دو بول کہنے کی توفیق نہیں ہوتی تو کم از کم وہ ان کے زخموں پر نمک تو نہ چھڑکیں۔ انہوں نے کہا کہ حکومت میں ایک بہت بڑا ٹولہ موجود ہے جو اسلام اور پاکستان کے دشمنوں کے اتحادِ ثلاثہ امریکہ، بھارت اور اسرائیل کے غم میں گھلا جاتا ہے۔ ایسے عناصر سے حکومت کو پاک کرنا قوم کے مفاد کا انتہائی اہم تقاضا ہے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیان پریس کانفرنس امیر تنظیم اسلامی

بمقام کراچی پریس کلب — 10 جنوری 2009ء

حضرات! آج وطن عزیز اپنی تاریخ کے اب تک کے سنگین ترین دور سے گزر رہا ہے۔ ہماری مغربی سرحد پر عوام امریکہ اور قومی فوج کے درمیان سینڈوچ بنے ہوئے ہیں۔ امریکہ ڈرون طیاروں کے ذریعے لوگوں کو بے دریغ شہید کر رہا ہے۔ قومی فوج کی کارروائیوں سے بھی لوگ ہلاک ہو رہے ہیں۔ اس ظلم وستم کے نتیجے میں لاکھوں لوگ اپنا گھر بار چھوڑ کر اپنے ہی وطن میں مہاجر بن گئے ہیں۔ اس کے باوجود ہمارے قبائلی بھائی بھارت کے خلاف اپنی فوج کے شانہ بشانہ لڑنے پر تیار ہیں۔ بلوچستان میں بھی حکومت اندھا دھند تشدد کر رہی ہے جس سے عوام میں احساس محرومی پیدا ہو گیا ہے اور بھارت اس صورت حال سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے اسی نوع کی کارروائیوں میں مصروف ہے' جو اس نے مشرقی پاکستان کو بنگلہ دیش بنانے کے لیے کی تھیں۔ سوات جو کبھی سیاحوں کی جنت کہلاتا تھا آج آتش کدہ بن چکا ہے۔ ممبئی میں دہشت گردی کا سارا ملبہ بھارت نے پاکستان پر ڈال دیا ہے۔ ہم نے دشمنوں کی اصطلاح ''غیر ریاستی عناصر'' کو قبول کر کے خود پر بلاواسطہ الزام لے لیا۔ پھر آئی ایس آئی کے ڈائریکٹر جنرل کو بھیجنے کی بلاسوچے سمجھے حامی بھر لی۔ حکومت اہل وطن کا حوصلہ بڑھانے کی بجائے حوصلہ شکن بیان جاری کرتی رہی۔ اور سفارتی سطح پر مکمل خاموشی اختیار کیے رکھی۔ جب سلامتی کونسل میں ہمارے فلاحی اداروں کے خلاف قرارداد پیش ہوئی تو حکومت نے دفاع کرنے کی بجائے خود چین کو ویٹو کرنے سے روک دیا۔ پھر اس قرارداد پر عمل درآمد کرنے میں انتہائی پھرتی سے کام لیا جبکہ بھارت اور اسرائیل سلامتی کونسل کی ایسی کئی قراردادوں کو پاؤں تلے روند چکے تھے۔ ممبئی حادثے کے فوری بعد کراچی میں ہونے والے فسادات بالکل ناقابل فہم ہیں۔ خیال ہے کہ ان میں امریکہ اور بھارت کا ہاتھ تھا تاکہ وہ کراچی کے حوالے سے اپنے ناپاک عزائم پورے کر سکیں۔ عوام کو اس حوالہ سے دشمن کے آلۂ کاروں سے خبردار رہنے کی ضرورت ہے۔

امریکہ کی طرف سے اس دباؤ کو کہ ہم ہندوستان کے کسی سرجیکل اسٹرائیک کا جواب نہ دیں الحمدللہ حکومت نے مسترد کر دیا ہے تاہم بھارت کی جانب سے فضائی حدود کی خلاف ورزی کو دشمن ملک کی ترجمانی کرتے ہوئے اس کی ٹیکنیکل غلطی قرار دینا ہماری فاش غلطی ہے۔ درحقیقت امریکہ کا منصوبہ بھارت کو ہمارے مقابلے میں وہی حیثیت دینا ہے جو فلسطین کے مقابلے میں اسرائیل کی ہے۔ اگر ہم ایک بار اس دباؤ میں آ جاتے تو پھر نوبت یہاں تک پہنچتی کہ جس طرح اسرائیل غزہ میں جنگی کارروائیاں کر کے فلسطینی عوام کا خون بہا رہا ہے ہمارے ہاں بھی یہی صورت حال پیدا ہو جاتی۔ ہمیں انتہائی افسوس ہے کہ دنیا کے ستاون مسلم ممالک کے حکمرانوں نے اسرائیل کی اس ریاستی دہشت گردی کے خلاف کوئی عملی اقدام کرنے کی بجائے محض مذمتی بیانات تک خود کو محدود رکھا۔ عرب لیگ، مؤتمر عالم اسلامی اور او آئی سی جیسے ادارے غیر مؤثر ہو کر رہ گئے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ عالم اسلام میں نظام خلافت کی صورت میں ایک مرکزی قوت پیدا کی جائے، تاکہ اسلام دشمن عالمی طاقتوں کے ظلم وجبر واستحصال سے نجات مل سکے۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر

موجودہ حکومت داخلی سطح پر بھی بری طرح ناکام ہو چکی ہے۔ سٹریٹ کرائم، ڈاکے اور ٹارگٹ کلنگ کے واقعات بہت بڑھ گئے ہیں۔ مہنگائی اور لوڈ شیڈنگ نے عوام کی کمر توڑ دی ہے جس کی وجہ سے لوگ اپنے بچے فروخت کرنے پر مجبور ہیں۔

حضرات! داخلی اور خارجی سطح پر ہم پر مصائب کے پہاڑ کیوں ٹوٹ رہے ہیں اور پاکستان مسائلستان کیوں بن گیا اور عوام خودکشیاں کرنے پر کیوں مجبور ہو رہے ہیں؟ تنظیم اسلامی سمجھتی ہے کہ اس کی وجہ صرف اور صرف یہ ہے کہ ہم نے پاکستان بناتے وقت اللہ سے جو وعدہ کیا، اسے یکسر فراموش کر دیا اور پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست بنانے کی بجائے ایک سیکولر ریاست کی شکل دینے کی حکمرانوں کی کوششوں کے خلاف آواز بھی بلند نہیں کر رہے ہیں۔

حضرات! اب بھی وقت ہے کہ ہم خلوص دل سے توبہ کریں اور آئندہ اپنی زندگی کو اسلامی تعلیمات کے تابع کرنے کا عزم بالجزم کر لیں اور یہ توبہ کرنے والے مل جل کر وطن عزیز میں اسلام کے نظام عدل اجتماعی کے قیام کی کوشش کریں۔ ہمیں قرآن کے ذریعہ قوم یونس کے عذاب سے چھٹکارا کے لیے توبہ کی صورت میں یہی رہنمائی ملتی ہے۔ مزید برآں اللہ کی مدد اور نصرت کے حصول کے لیے یہ لازم ہے کہ ہم اپنے ملک میں اللہ کے عطا کردہ نظام عدل اجتماعی یعنی دین حق کو قائم و نافذ کریں۔

اس سلسلہ میں تنظیم اسلامی نے ''ہفتہ توبہ'' منانے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس مہم کا آغاز ان شاء اللہ 16 جنوری سے پورے ملک کی سطح پر ہوگا، تاکہ عوام میں توبہ کی منادی کا فریضہ ادا کیا جا سکے۔ آپ حضرات سے درخواست ہے کہ اس مہم میں ہونے والی تقاریر اور تجاویز کو پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا میں وسیع کوریج سے اس جہاد میں حصہ لیں۔

اب آپ حضرات اس حوالہ سے کوئی سوال کرنا چاہیں، میں حاضر ہوں۔

حافظ عاکف سعید
امیر تنظیم اسلامی

وزیراعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف کے نام

ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی ایوب بیگ مرزا کا خط

جو 6 جنوری 2009ء کے قومی اخبارات میں شائع ہونے والے وزیراعلیٰ پنجاب کے کھلے خط کے جواب میں لکھا گیا، جس میں وزیراعلیٰ نے عوام سے شادی بیاہ کی تقریبات میں سادگی اپنانے کی تلقین کی، اور اِس ضمن میں اصلاحِ احوال کے لیے تجاویز طلب کی تھیں

محترم جناب وزیراعلیٰ پنجاب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

6 جنوری کے اخبارات میں آپ کا عوام کے نام کھلا خط پڑھا۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ قحط الرجال کے اس دور میں ایسے حکمران ابھی موجود ہیں جو عوام کے دکھ درد اور تکالیف کے بارے میں فکر مند رہتے ہیں۔

جناب شہباز شریف صاحب! محترم ڈاکٹر اسرار احمد بانیٔ تنظیم اسلامی اور صدر مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن نے آج سے تقریباً پینتیس سال پہلے شادی بیاہ کی فضول اور بے ہودہ رسومات کے خلاف تحریک شروع کی تھی اور Charity begins at home کے اصول کے تحت اس کا آغاز اپنے گھر سے کیا تھا۔ شادی بیاہ کے حوالہ سے اسراف اور ضیاع کی باتیں تو بہت ہوتی تھیں اور لوگ ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر سادگی اپنانے پر گفتگو کرتے تھے لیکن عملی طور پر کچھ نہیں ہوتا تھا۔ اس لیے کہ سادگی بڑا مبہم لفظ ہے۔ کروڑپتی کی سادگی کچھ اور ہے غریب کی سادگی کچھ اور۔ محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے طے کیا کہ بحیثیت مسلمان ہمیں دیکھنا چاہیے کہ ایسے مواقع پر ہمارے نبی پاک ﷺ اور صحابہ کرام ؓ کیا کرتے تھے۔ ہم اگر ان کی تقلید کریں گے تو سارے مسائل حل ہو جائیں گے اور ابہام دور ہو جائیں گے۔

محترم وزیراعلیٰ صاحب! سیرتِ طیبہ سے ثابت ہے کہ شادی کی دو تقاریب ہیں: ایک نکاح اور دوسرا ولیمہ۔ نکاح اکثر و بیشتر مساجد میں ہوتا تھا بلکہ اس حوالہ سے حضور ﷺ کی ایک حدیث مبارک بھی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ: ''نکاح مسجد میں کرو''۔ اگر دلہا اور دلہن اور ان کے عزیز و اقارب نکاح کے وقت مسجد میں جمع ہو جائیں اور وہاں ہی سے دلہن کو رخصت کر دیا جائے تو مسجد میں کسی خورد و نوش یا تواضع کی کوئی پارٹی بھی خواہش نہیں کرے گی۔ زیادہ سے زیادہ لڑکے والوں کی طرف سے چھوہارے یا مٹھائی تقسیم ہو جائے گی کہ حضور ﷺ کے دور میں اور بعد ازاں بھی ایسا ہی ہوتا تھا اور لڑکی والوں پر کھانے کا بوجھ نہیں پڑتا تھا۔ البتہ حضور ﷺ نے ولیمہ کی تاکید کی ہے اگرچہ فرض نہیں ہے۔

محترم وزیراعلیٰ صاحب! یہ بڑی منطقی اور قابل فہم بات ہے کہ دعوتِ طعام صرف لڑکے والے کریں' اس لیے کہ خوشی کا اصل سماں تو لڑکے والوں کے ہاں بندھا ہوتا ہے جہاں ایک فرد کا اضافہ ہو رہا ہوتا ہے۔ آپ نے دیکھا ہے کہ لڑکی والے تو رخصتی کے وقت سخت رنجیدہ ہوتے ہیں بلکہ رو رہے ہوتے ہیں۔ قصہ مختصر شادی کے موقع پر لڑکی والوں پر بوجھ ڈالنا ظلم ہے اور حضور ﷺ کی سنت کے خلاف بھی ہے۔ جہاں تک جہیز کا تعلق ہے' حضور والا' یہ خالصتاً ہندوانہ رسم ہے اور اس کا اسلام سے سرے سے کوئی تعلق نہیں۔ ہندوؤں میں عورت کا چونکہ باپ کی وراثت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا لہٰذا باپ جو کچھ بھی بیٹی کو دینا چاہتا ہے' شادی کے موقع پر جہیز کی صورت میں دے دیتا ہے۔ ہمارے ہاں جو باتیں مشہور ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت فاطمہ ؓ کو فلاں فلاں شے جہیز میں دی تھی' قطعی طور پر غلط ہے۔ حضور ﷺ چونکہ حضرت علی ؓ کے کفیل بھی تھے تو جو چند چیزیں شادی کے موقع پر فراہم کی گئی تھیں وہ حضرت علی ؓ کی زرہ بکتر فروخت کر کے حضور ﷺ نے حضرت علیؓ کے سرپرست کی حیثیت سے بنوائی تھیں یعنی رقم دولہا نے دی تھی نہ کہ دلہن کے والد نے۔ اس کے ثبوت میں ایک ہی دلیل کافی ہے کہ کائنات کی مقدس ترین ہستی اور اللہ کے محبوب حضور ﷺ یہ کیسے کر سکتے تھے کہ ایک بیٹی کو جہیز دیتے اور بقایا تین بیٹیوں کو کچھ نہ دیتے۔ اس لیے سیرت میں ان کے جہیز کی کوئی خبر نہیں ملتی۔ ہماری رائے یہ ہے کہ طے کیا جائے کہ نکاح مساجد میں ہوں تاکہ کھانے پینے کی جڑ ہی کٹ جائے، نہ شامیانے وغیرہ لگانے کا تکلف کرنے کی ضرورت پڑے اور دلہن کی رخصتی مسجد سے ہی ہو جائے۔ اس لیے کہ ہماری روایت کے مطابق کسی کو گھر سے کھائے پیے بغیر بھیجنا بہت بدتہذیبی ہے، البتہ لڑکا اپنی حیثیت کے مطابق ولیمہ کرے۔ آپ صرف ون ڈش کی پابندی لگا سکتے ہیں۔

حضور والا! اس سلسلہ میں شادی بیاہ کے موقع پر اصلاحِ رسوم کے حوالہ سے ایک کتابچہ آپ کی خدمت میں ارسال کیا جا رہا ہے۔ اگر آپ ضرورت محسوس کریں تو تنظیم اسلامی کا ایک وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مزید تفصیلات عرض کر سکتا ہے۔

والسلام

موجودہ ملکی صورتحال اور کرنے کا اصل کام

محمد سمیع

قرآن کریم جس طرح افراد کے لئے رہنمائی فراہم کرتا ہے اسی طرح اقوام کے لئے بھی راہ ہدایت کی نشان دہی کرتا ہے۔ اس میں اگر بلعم بعورہ جیسے یہودی عالم کا تذکرہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ایک مقام بلند عطا فرمایا تھا لیکن شیطانی اغوا نے اسے پستی میں ڈھکیل دیا، تو اس میں ان اقوام کا بھی تذکرہ ہے جنھوں نے رسولوں کی دعوت کو رد کردیا، جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ان اقوام کو ہلاکت سے دوچار کردیا۔ کسی قوم پر پتھروں کی بارش کی گئی، کسی کو تیز وتند ہوا کے جھونکوں سے ہلاک کیا گیا اور کسی کو ہیبت ناک چیخ نے آلیا۔ قرآن میں ایک مقام میں یہ بھی فرمایا گیا کہ ہم نے کتاب نازل کی جس میں تمہارا ذکر ہے۔ (سورۃ الانبیاء) اس آیت کی ایک تفسیر یہ بھی کی گئی ہے کہ ہم اگر قرآن کے آئینے میں اپنا جائزہ لیں چاہے یہ جائزہ نجی سطح پر ہو یا قومی سطح پر، تو ہمیں قرآن میں ہمارا اپنا ذکر موجود ملے گا، گو یہ ذکر کسی کا نام لے کر یا کسی تاریخی تعین کے ساتھ تو نہ ہوگا لیکن غور وفکر سے کام لے کر ہم اپنے حالات کا عکس قرآنی آئینے میں ضرور دیکھ پائیں گے۔ مثلاً ایک مقام پر فرمایا گیا کہ "وہ وقت یاد کرو جب تم تعداد میں بہت تھوڑے تھے اور تمہیں اچک لئے جانے کا اندیشہ لاحق رہتا تھا، تو ہم نے تمہیں جگہ دی اور اپنی مدد کے ذریعے تمہیں تقویت بخشی اور کھانے کی پاکیزہ چیزیں عطا کیں تاکہ تم شکر کرو۔" (سورۃ الانفال) اصلاً تو یہ مہاجرین مکہ کے بارے میں تذکرہ ہے لیکن اگر غیر منقسم ہندوستان میں مسلمانوں کی حالت زار کو سامنے رکھ کر اور قیام پاکستان کی اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت کی روشنی میں اس آیت پر غور کیا جائے تو پتہ چلے گا کہ یہ آیت ہم پر بھی منطبق ہوتی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جب تک قرآن کریم کی آیات کو خود پر وارد نہ کیا جائے تو ہماری زندگی میں تبدیلی کے امکانات کم ہی نظر آتے ہیں۔ آیئے، اس حوالے سے موجودہ ملکی حالات کا جائزہ لیں۔

سورۃ النحل میں فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایک بستی کی مثال دی ہے جو ہر طرح سے امن وچین سے تھی۔ ہر طرف سے رزق بافراغت چلا آتا تھا۔ مگر بستی والوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کے سبب سے ان کو بھوک اور خوف کا لباس پہنا کر (ناشکری کا) مزہ چکھایا"۔

اب ذرا غور فرمائیں، کیا پہلے مارشل لاء سے قبل ہمارا وطن اس بستی کے مانند نہیں تھا۔ لیکن ہم نے بھی اللہ تعالیٰ کی اس عظیم نعمت کی جو ہمیں پاکستان کی صورت میں عطا ہوا تھا ناشکری کی اور اس کے قیام کے مقصد یعنی اسلام کے نظام عدل اجتماعی کے نفاذ سے انحراف کیا۔ نتیجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بھوک اور خوف کا لباس پہنا کر ناشکری کا مزہ چکھانا شروع کردیا ہے۔

> **ارشاد باری تعالیٰ ہے:**
> "جب ہمارا ارادہ کسی بستی کے ہلاک کرنے کا ہوا تو وہاں کے آسودہ حال لوگوں کو (فواحش پر) مامور کردیا تو وہ نافرمانیاں کرتے رہے، پھر اس پر (عذاب کا) حکم ثابت ہوگیا اور ہم نے اسے ہلاک کردیا۔" (القرآن)

اب آیئے، قرآن حکیم کے ایک دوسرے مقام پر غور کرتے ہیں۔ اس میں ایک ایسے شخص کا تذکرہ آیا ہے جو افلاس کا شکار تھا۔ اس نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا کہ اگر وہ اسے غنی کردے تو وہ خوب صدقہ وخیرات کرے گا۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اُسے غنی کردیا تو اُس نے وعدہ خلافی کی جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے اُس کے دل میں نفاق کا روگ ڈال دیا۔ (بحوالہ سورۃ الانعام)۔ ہم نے بھی اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا تھا کہ اگر وہ ہمیں انگریز اور ہندو کی دوہری غلامی سے نجات دے اور ہمیں ایک آزاد خطۂ زمین عطا کردے تو ہم وہاں اُس کے دین کی سربلندی کا فریضہ انجام دیں گے لیکن قیام پاکستان کے بعد ہم نے وعدہ خلافی کی روش اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں نفاق میں مبتلا کردیا۔ نفاق ہماری انفرادی زندگیوں میں بھی داخل ہوگیا اور ہم نفاق باہمی میں مبتلا ہو کر قومیتوں اور گروہوں میں بٹ کر اللہ تعالیٰ کے اس شدید ترین عذاب کا شکار ہوگئے جس کے بارے میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ وہ تمہیں گروہوں میں تقسیم کردے اور آپس میں تمہیں ایک دوسرے کی طاقت کا مزہ چکھادے۔ (سورۃ الانعام) آپ 25 مارچ 1791ء تا 16 دسمبر 1971ء کے حالات کو ذہن میں لے آیئے۔ کیا ہمارے ساتھ یہی نہیں ہوا؟ ہم نے نہ صرف طاقت کا مزہ چکھانے کے لئے ایک دوسرے کا خون بہایا بلکہ ملک کا ایک بازو بھی کھو بیٹھے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کیوں ہوا۔ اس کا جواب بھی قرآن کریم میں موجود ہے۔ فرمایا گیا کہ "جب ہمارا ارادہ کسی بستی کے ہلاک کرنے کا ہوا تو وہاں کے آسودہ حال لوگوں کو (فواحش پر) مامور کردیا تو وہ نافرمانیاں کرتے رہے، پھر اس پر (عذاب کا) حکم ثابت ہوگیا اور ہم نے اسے ہلاک کردیا" (سورۂ بنی اسرائیل:16)۔ آپ گزشتہ 61 سالہ تاریخ کا جائزہ لیجئے۔ ہمارے آسودہ لوگ خواہ ان کا تعلق جاگیرداروں سے ہو، وڈیروں اور چودھریوں سے ہو، خوانین یا سرداروں سے ہو یا فوجی آمروں، سرمایہ داروں اور صنعتکاروں سے، کیا انہوں نے فسق وفجور کا بازار گرم نہیں کیا ہوا ہے؟ جب قوم کے قائدین کا یہ حال ہے تو بھلا عام لوگ کیسے پیچھے رہ سکتے ہیں کیونکہ عوام پر عکس تو قائدین کا ہی ہوتا ہے۔ ماضی کی اقوام کی ہلاکت وبربادی تو ان کے کسی ایک یا دو چار جرائم کے مرتکب ہونے کی وجہ سے ہوئی، ہم نے تو ان اقوام کے تقریباً جرائم کو اپنا لیا ہے لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت ہے کہ اس نے اب تک ہمارے جرائم پر گرفت فرما کر ہماری ہلاکت کا فیصلہ نہیں کیا۔ تاہم حال یہ ہے کہ آج پوری دنیا ہماری مخالف ہو چکی ہے اور اگر ایک جانب ہم پر بھارت، امریکہ اور مغربی اقوام کا خوف سوار ہو چکا ہے تو دوسری جانب عوام روز افزوں مہنگائی اور غذائی اشیاء کی ذخیرہ اندوزی کی بناء پر بھوک میں مبتلا ہیں اور اپنی اولاد کو فروخت کرنے اور خودکشی کرنے پر مجبور ہیں۔

سوال یہ ہے کہ اس صورتحال سے نکلنے کی کوئی صورت بھی ہے۔ اس کے لئے بھی ہمیں رہنمائی قرآن مجید

ہی سے ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کی ہلاکت کا فیصلہ کرلیتا ہے تو اس کے فیصلے میں کوئی تبدیلی نہیں ہوا کرتی۔ البتہ قوم یونسؑ اس سے مستثنیٰ ہے۔ اس قوم نے جب اللہ تعالیٰ کا عذاب اپنے سروں پر منڈلاتے ہوئے دیکھا تو سب لوگ ایک میدان میں جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ و استغفار اور گریہ وزاری میں مصروف ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور ان پر سے عذاب کو ٹال دیا۔ (سورہ یونس) ہم بھی اگر من حیث القوم اللہ تعالیٰ کے حضور خلوص دل سے توبہ کریں تو ہمارے سروں پر منڈلاتے ہوئے عذاب کے سائے ٹل سکتے ہیں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ ہم میں سے ہر شخص اپنی اللہ تعالیٰ کی سابقہ نافرمانیوں پر خلوص دل سے توبہ کرلے اور یہ توبہ کرنے والے باہم مل جل کر وطن عزیز میں اسلام کے نظام عدل اجتماعی کے قیام کی جدوجہد میں شامل ہو جائیں۔ اگر اب بھی ہم نے اللہ تعالیٰ سے رجوع نہیں کیا تو اس کی ناراضی کی نتیجے میں کچھ بھی ہو سکتا ہے، وہ کچھ بھی جس کا ہمیں گمان تک نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس روزِ بد سے بچائے اور اس سے پہلے توبہ کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین

✿✿ضرورت رشتہ ✿✿

☆ آرائیں فیملی کو اپنی دو بیٹیوں، 23 سالہ ایم اے اردو اور 21 سالہ ایم اے اسلامیات (زیر تعلیم) گھریلو امور میں ماہر کے لیے دینی مزاج کے حامل گھرانوں سے رشتے درکار ہیں۔ ذات پات کی قید نہیں۔

برائے رابطہ: 0300-4525453

☆ کشمیری بٹ فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 25 سال، تعلیم ایم اے انگلش، ایم اے E.L.T، فاسٹ یونیورسٹی میں انگلش لیکچرر کے لیے دینی مزاج کے حامل برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 042-5869933

☆ لاہور میں رہائش پذیر آرائیں فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 22 سال، تعلیم بی اے، صوم وصلوٰۃ کی پابند کے لیے دینی مزاج کے حامل برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0333-4757762

☆ سید ہاشمی فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 27 سال، تعلیم ایم بی اے، برسر روزگار اور دو بیٹیوں، حافظہ قرآن، عمر 23 سال، تعلیم ایم اے اسلامیات کے لیے دینی مزاج کے حامل گھرانوں سے رشتے درکار ہیں۔

برائے رابطہ: 042-5175911

اظہار حقیقت

اخذ و ترجمہ: وسیم احمد

محترم جناب صدر!

میں نے آپ کی صدارتی الیکشن میں ووٹ نہیں ڈالا، کیونکہ میں ملائشین ہوں۔ لیکن میں اپنے آپ کو آپ کے حلقے کا رائے دہندہ سمجھتا ہوں کیونکہ آپ کے قول و فعل سے میں اور میرا ملک بھی متاثر ہوگا۔ میں آپ کے ''تبدیلی'' کے وعدے کا خیر مقدم کرتا ہوں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کے ملک ریاست ہائے متحدہ امریکہ کو بہت سی تبدیلیوں کی ضرورت ہے، کیونکہ اس وقت امریکہ اور اس کے عوام کو دنیا بھر میں انتہائی نفرت کی نگاہ سے دیکھا جا رہا ہے، حتیٰ کہ یورپی عوام بھی آپ کے تکبر اور غرور کو پسند نہیں کرتے، حالانکہ ایک وقت تھا جب امریکہ کو بعض ممالک کو آزادی دلانے کی وجہ سے پسند کیا جاتا تھا اور تحسین کی جاتی تھی۔ نئے سال کی روایت کے مطابق آپ نے یقینی طور پر اپنی ترجیحات کی لسٹ مرتب کی ہوگی۔ لیکن میں چند تجاویز آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں، تاکہ آپ تبدیلیوں کے اس عمل میں ان مسائل کو بھی حل کریں۔

1- عوام کا قتل عام بند کر دیں۔ امریکہ اپنے مقاصد کے حصول کے لیے قتل عام سے گریز نہیں کرتا۔ آپ اسے جنگ کہتے ہیں لیکن آج کل جنگ پیشہ ور فوجیوں کی آپس میں لڑائی اور قتل و غارت کا نام نہیں بلکہ لاکھوں معصوم لوگوں کی ہلاکت کا نام ہے، جس سے پورے کے پورے ملک تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔ جنگ غاروں میں رہنے والے لوگوں کا مسائل کے حل کے لیے پرانا طریقہ ہے۔ آپ اپنی فوجی تیاریوں اور آئندہ کے جنگی منصوبوں کو ترک کر دیں۔

2- اسرائیلی قاتلوں کی اپنے پیسوں اور ہتھیاروں کے ذریعے اندھی حمایت بند کر دیں۔ آپ کے جہازوں اور بموں سے غزہ کے لوگ مارے جا رہے ہیں۔

3- امریکہ کی حکم عدولی کرنے والی اقوام کے خلاف پابندیوں کا سلسلہ بند کر دیں۔ عراق پر لگائی گئی پابندیوں کے نتیجے میں 5 لاکھ بچے خوراک اور ادویات کی عدم دستیابی کے باعث ہلاک ہوئے، جبکہ بہت سے بچے پیدائشی اپاہج پیدا ہوئے۔ مظلوموں کی آہوں اور اچھا سوچنے والے لوگوں کی نفرت کے سوا آپ نے اس سفاکی سے کیا حاصل کیا؟

4- اپنے سائنسدانوں اور محققین کو انسانیت کو تیزی سے ہلاک کرنے والے نئے مہلک ہتھیاروں کی ایجادات سے روکیے۔

5- اپنے اسلحہ بنانے والوں کو مزید پیداوار اور دنیا کو اس کی فروخت روکیے۔ اس سے حاصل شدہ آمدنی معصوم لوگوں کے خون سے آلودہ ہے، جو مسیحی تعلیمات کے خلاف ہے۔

6- دنیا کو نیچا دکھانے کی پالیسی ترک کر دیں۔ ممکن ہے جمہوریت امریکہ کے لیے فائدہ مند ہو لیکن دوسرے ممالک کے لیے ہمیشہ بہتر نہیں ہو سکتی۔ لوگوں کو صرف اس وجہ سے نہ ماریئے کہ وہ جمہوریت پسند نہیں۔ آپ کی صلیبی جنگوں میں حاکمانہ طرزِ حکومت رکھنے والے ممالک کی نسبت زیادہ اموات ہوئی ہیں۔ بہرحال آپ کو ان حکومتوں کا خاتمہ کر کے بھی مکمل کامیابی نہیں ملی۔

7- کسینو جیسے معاشی اداروں کو بند کریں۔ نفع اور نقصان سے بچنے والے فنڈز کو بھی بند کیجیے۔ بینکوں کو اربوں روپے کے قرضے جاری کرنے سے روکیے۔ بینکوں کی باقاعدگی سے نگرانی کیجیے اور نظام میں خرابی پیدا کر کے مالی فائدے اٹھانے والوں کو جیل میں ڈالیے۔

8- Kyoto Protocol سمیت دیگر بین الاقوامی معاہدوں پر دستخط کریں۔

9- اقوام متحدہ کا احترام بجا لایئے۔

میرے پاس اس کے علاوہ بھی کئی تجاویز ہیں جن پر آپ کو غور و فکر اور عمل درآمد کرنا چاہیے۔ لیکن میرے خیال میں سن 2009ء میں آپ کو بہت سے کام کرنے ہیں۔ میری تجاویز میں سے اگر چند پر بھی آپ نے کام کیا تو دنیا آپ کو عظیم لیڈر کے طور پر یاد رکھے گی اور امریکن قوم دوبارہ ایک قابل تحسین قوم بن جائے گی۔ آپ کے سفارت خانے بڑی بڑی دیواروں، آہنی جنگلوں اور خاردار تاروں سے آزاد ہو جائیں گے۔ میری طرف سے آپ کو عظیم صدارت اور نئے سال کی بہت بہت مبارکباد!

آپ کا مخلص

ڈاکٹر مہاتیر بن محمد

(سابق وزیر اعظم ملائیشیا)

خود کو بدلیے

ملک محمد اعظم

غزہ کے مظلوم اور محصور مسلمانو!...... میں آپ سے شرمندہ ہوں کہ میں اسرائیلی جارحیت کے خلاف آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکا۔ ڈیڑھ ارب کلمہ گو مسلمانوں کے ساتھ میں بھی آپ کے لیے دعائیں کرتا رہا۔ اسرائیل کی مذمت اور آپ کے ساتھ اظہار یکجہتی کے لیے بیانات جاری کرتا رہا۔ اجلاسوں میں شریک ہوتا رہا۔ تصاویر بنوا کر اخبارات اور ٹی وی چینلوں کو جاری کرواتا رہا۔ فلسطینی مسلمانوں کی مظلومیت اور امریکا کی سرپرستی میں اسرائیل کی ننگی جارحیت کے حوالے سے کالم اور مضامین بھی لکھتا رہا۔ غزہ کے نہتے اور معصوم مسلمانوں پر آتش و آہن کی بارش کا تصور کر کے لرز لرز جاتا تھا۔ میرا غصہ جہاں امریکا، برطانیہ اور دیگر یورپی ممالک پر تھا، وہیں سے کہیں زیادہ غم و غصہ اور گلہ شکوہ 58 مسلمان ممالک کے سربراہوں سے بھی تھا۔ او آئی سی کا نام بھی بار بار میرے سامنے آتا رہا۔ ٹی وی پر اسرائیلی بمباری سے حماس کے دفاتر، اسکولوں، ڈسپنسریوں، اسپتالوں، گھروں حتیٰ کہ مساجد کو بھی نشانہ بنتے دیکھتا رہا۔ اخبارات میں بھی صیہونی ظلم و سفاکیت اور دہشت گردی کی تفصیلات پڑھتا رہا۔ اس حوالے سے اپنے ساتھیوں اور دوست احباب سے تبادلۂ خیالات اور بحث و مباحثہ بھی کرتا رہا۔ ننھے اور معصوم بچوں کی لاشیں ٹی وی اسکرین اور اخبارات کے صفحات پر دیکھ دیکھ کر کف افسوس ملتا رہا۔ غزہ میں غذائی قلت، پانی اور بجلی کی عدم دستیابی اور اسپتالوں میں ہزاروں زخمی دواؤں اور مرہم پٹی کے لیے ترستے رہے۔ میں اقوام متحدہ اور انسانی حقوق کے علمبرداروں کو یاد کرتا رہا۔

میرے اپنے وطن میں گزشتہ چند سالوں میں رنگ برنگے ناموں کے ساتھ ہزاروں کی تعداد میں این جی اوز اگ آئی ہیں، جو اپنے مخصوص ایجنڈے کے مطابق انسانی حقوق کے ساتھ صحت، تعلیم، ماحول، سیاسی و سماجی انصاف اور اس کے ملتے جلتے خوبصورت عنوانات کے ساتھ کام کرنے کی دعویدار ہیں۔ فائیو سٹار ہوٹلوں میں سیمینار اور مذاکروں کے ذریعے اپنے ایجنڈے کو آگے بڑھاتی اور کام کو چلاتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ میں ٹی وی کی اسکرین اور اخبارات کے صفحات پر ان این جی اوز کو ڈھونڈتا ہی رہا۔ غزہ پر ڈھائے جانے والے مظالم، عورتوں، بچوں کی ہلاکت، اسپتالوں میں تڑپتے اور سسکتے ہوئے زخمیوں، غذائی قلت کے شکار انسانوں کے لیے کوئی این جی او آگے نہ آئی اور نہ ہی کوئی مظاہرہ ہوا حتیٰ کہ فائیو سٹار ہوٹلوں میں کوئی مذاکرہ اور سیمینار بھی منعقد نہ ہو سکا۔

اس دوہرے معیار پر کیا کہنا چاہیے۔ امریکا، یورپ اور دیگر انسانی حقوق کے علمبردار ممالک، اداروں اور

> مسلمانوں کی عظمت رفتہ کی بحالی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف پلٹنے میں ہے، جدید علوم و فنون کے حصول میں ہے۔ اگر ڈیڑھ ارب کلمہ گو اور 58 اسلامی ممالک اپنے آپ کو بدلنے کی کوشش نہیں کریں گے تو پھر غزہ کے بعد اور بھی شہروں اور ملکوں کی باری آ سکتی ہے

این جی اوز تک سب کا ردعمل یکساں تھا، امریکا اور کچھ دیگر ممالک بولے بھی تو مظلوم کی بجائے ظالم کے طرف دار نکلے۔ ان کا کہنا تھا کہ اسرائیل تو اپنا دفاع کر رہا ہے۔ امریکا اور اس کے حامیوں کے بقول اسرائیل کو دفاع کا حق حاصل ہے۔ گویا حماس جارح اور اسرائیل تو محض اپنے دفاع میں غزہ پر بمباری کر رہا ہے اور ٹینکوں سے گولے برسا رہا ہے، ع ناطقہ سربہ گریباں ہے اسے کیا کہیے!

اس عرصے میں اقوام متحدہ میں کئی ایک اجلاس بھی ہوئے جو نشستند، گفتند اور برخاستند سے آگے نہ بڑھ سکے۔ وہ تو اسرائیل کی جارحیت کی مذمت میں قرارداد بھی منظور نہ کر سکے، کیونکہ اسرائیل کا سرپرست امریکا ایسی ہر کوشش ناکام بناتا رہا۔ ظالموں اور ان کے سرپرستوں سے کسی قسم کے انصاف کی توقع رکھنا حماقت ہے۔ اقوام متحدہ کا ادارہ تو عرصہ ہوا امریکا کے مفادات کا محافظ بن چکا ہے اور امریکی ڈکٹیشن پر حرکت میں آتا ہے۔ اقوام متحدہ کا ادارہ اپنی ان پالیسیوں کے باعث اپنی ساکھ کھو چکا ہے۔

اس ادارے کی قراردادوں کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ مسئلہ کشمیر پر 1948ء میں منظور کی جانے والی قراردادوں پر 60 سال گزرنے کے باوجود بھی عملدرآمد کی نوبت نہیں آ سکی۔ اسرائیل کی مذمت میں کئی قراردادیں منظور ہوئیں، مگر ہر قرارداد کو اسرائیل نے مسترد کر دیا اور اس پر عملدرآمد کے لیے یو این او کی بے بسی عیاں تھی۔ حال ہی میں سیکیورٹی کونسل نے پاکستان کی ایک دینی سماجی اور رفاہی تنظیم جماعت الدعوہ پر پابندی کی قرارداد منظور کی تو حکومت پاکستان نے نہایت ہی فرمانبردار ماتحت کی طرح نہ صرف جماعت الدعوہ پر پابندی عائد کی، بلکہ ملک بھر میں قائم اس کے دفاتر، اسکولوں اور ڈسپنسریوں کو سیل کر دیا اور سینکڑوں افراد کو بھارت اور امریکا کی خوشنودی کے لیے پکڑ کر پابند سلاسل کر دیا۔ جب عوام، میڈیا اور دینی و سیاسی قائدین کی طرف سے احتجاج کیا گیا اور ثبوت مانگے گئے تو حکمرانوں نے کہا کہ یہ سب کچھ اقوام متحدہ کی قرارداد پر عملدرآمد کے لیے کیا گیا ہے۔

مسلم حکمران امریکا کی خوشنودی کے لیے اپنے عوام کی خواہشات کو نظرانداز کر دیتے ہیں۔ وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ امریکا کی ناراضی ان کے لیے سخت نقصان کا باعث بن سکتی ہے۔ گویا اقتدار کی مضبوطی اور تسلسل کے لیے امریکا کے احکامات پر سر تسلیم خم کرنا ضروری ہے۔

مسلم دنیا کو اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی نعمتوں سے نوازا ہے۔ محنتی اور جفاکش افرادی قوت، سونا اگلتی زمین، بہترین محل وقوع، تیل، مختلف قسم کی معدنیات، گیس کی دولت، پہاڑ، دریا اور بندرگاہیں، مگر افسوس کہ 58 اسلامی ممالک اغیار کی سازشوں میں آ کر ایک دوسرے سے کٹے ہوئے ہیں۔ ایک خدا، ایک رسول، ایک کتاب اور ایک قبلہ کو ماننے والے فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں اور ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہیں۔ حکمران ٹولہ اپنے اقتدار کے لیے اور فرقہ پرست اپنے مسلک کے لیے کچھ بھی کر گزرنے سے نہیں ٹلتے۔ حکمرانوں کی ہوس اقتدار کے مظاہر آئے روز دیکھنے اور سننے کو ملتے ہیں۔

بات غزہ اور اسرائیل سے شروع ہوئی تھی۔ امریکا اور اقوام متحدہ سے ہوتی ہوئی ہمارے اردگرد کے ماحول تک پہنچ گئی۔ یہ سارے سلسلے ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ظالم کا (باقی صفحہ 18 پر)

تنظیم اسلامی حلقہ بالائی سندھ کے زیر اہتمام سکھر شہر میں نقباء کی تربیت گاہ

5 تا 7 دسمبر 2008ء کو تنظیم اسلامی حلقہ سندھ بالائی کے زیر اہتمام سکھر میں تربیت گاہ برائے نقباء کا انعقاد ہوا۔ حلقہ بالائی سندھ میں اپنی نوعیت کی یہ پہلی تربیت گاہ تھی۔ یہ سہ روزہ تربیت گاہ مرکزی ناظم دعوت جناب رحمت اللہ بٹر کی زیر نگرانی منعقد ہوئی۔ تربیت گاہ کا آغاز بروز جمعۃ المبارک بعد نماز عصر ہوا، اور یہ بروز اتوار ظہر تک جاری رہی۔ شدید بارش اور سردی کے باوجود نقباء، امراء جوش و خروش سے اِس میں تشریف لائے۔

تربیت گاہ کا آغاز بعد نماز عصر ناظم تربیت کے ابتدائی کلمات سے ہوا۔ بعد میں شرکاء نے اپنا تفصیلی تعارف پیش کیا۔ یہ سلسلہ قبل از نماز مغرب ختم ہوا۔ مغرب کے بعد ”ہماری دعوت“ کے موضوع پر مذاکرہ ہوا۔ ناظم تربیت نے شرکاء کے اشکالات اور اعتراضات دور کیے۔ نماز عشاء کے بعد رات کے کھانے اور آرام کا وقفہ ہوا۔ اگلے روز رفقاء قبل از نماز فجر تہجد، نوافل اور ذکر اذکار کے لئے بیدار ہوئے۔ نماز فجر کے بعد ڈاکٹر انظار نے جو لاہور سے تربیتی لیکچرز کے لئے تشریف لائے تھے، سورۃ الفتح کی آخری دو آیات کا درس دیا۔ الحمدللہ ان کی گفتگو میں کافی تاثیر تھی۔ آرام اور ناشتہ کے بعد ڈاکٹر عبدالسمیع نے ساڑھے آٹھ بجے نظم بالا کا ماتحت رفقاء سے تعلق اور ساڑھے نو بجے ماتحت رفقاء کا نظم بالا سے تعلق کے موضوعات پر لیکچرز دیے۔ ساڑھے دس بجے چائے کا وقفہ ہوا اور تمام شرکاء کی چائے سے تواضع کی گئی۔ گیارہ بجے ڈاکٹر عبدالسمیع نے ”نظم میں تنقید و اختلاف کے آداب اور طریقہ کار“ کے موضوع پر اپنا تیسرا لیکچر دیا۔ بارہ بجے رحمت اللہ بٹر صاحب نے ”ذمہ داران کے اوصاف، معاشرت، معیشت و اخلاقیات“ کے جامع موضوع پر لیکچر دیا۔

نماز ظہر، ظہرانہ اور آرام کے بعد ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی جناب اظہر بختیار خلجی نے ”تصور اسرہ و نقیب“ کے موضوع پر لیکچر دیا جو نماز مغرب سے قبل اختتام پذیر ہوا۔ نماز مغرب کے بعد خلجی صاحب کا دوسرا لیکچر ”نظام دعوت میں نقیب کا کردار“ پر ہوا، انہوں نے وائٹ بورڈ کی مدد سے متذکرہ بالا موضوع کو کھول کر بیان کیا۔ اس کے بعد نماز عشاء اور رات کا کھانا ہوا۔ اس کے بعد رفقاء و احباب کو آرام کا وقفہ دیا گیا۔ تیسرے دن معمول کے مطابق رفقاء تہجد، نوافل اور ذکر اذکار کے لئے بیدار ہوئے۔ نماز فجر کے بعد ڈاکٹر انظار نے سورۃ التوبہ کی آیات 111 اور 112 کا درس دیا۔ آرام اور ناشتہ کے بعد ساڑھے آٹھ بجے خلجی صاحب نے نظام تربیت اور نقیب کا رول اور جائزہ و نگرانی نظام مالیات اور نقیب کا کردار پر تفصیلاً روشنی ڈالی۔ ان کا لیکچر دو گھنٹے پر محیط تھا۔ ساڑھے دس بجے چائے کا وقفہ ہوا۔ اور گیارہ بجے امیر محترم حافظ عاکف سعید کا خطاب ہوا۔ امیر محترم اپنے دو لیکچرز کے لئے طویل سفر کر کے یہاں تشریف لائے تھے۔ ان کا پہلا خطاب ”تعلق مع اللہ، ضرورت و اہمیت اور ذرائع“ پر تھا، جس پر انہوں نے سیر حاصل گفتگو کی۔ دوسرا خطاب ”قرارداد تاسیس کی توضیحات اور اس کی اصل روح“ کے موضوع پر تھا۔ انہوں نے قرارداد تاسیس کے ہر ہر نکتہ کو شرکاء کے سامنے تفصیلاً پیش کیا اور وائٹ بورڈ کی مدد سے مشکل نکات کی وضاحت کی۔ نماز ظہر اور ظہرانہ کے بعد سہ روزہ نقباء تربیت گاہ اختتام پذیر ہوئی۔ اس تربیت گاہ میں 12 نقباء، امراء اور ذمہ داران ہمہ وقت شریک ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان کے آنے اور وقت لگانے کو اُن کے لیے توشۂ آخرت بنائے۔ آمین

(رپورٹ: نصر اللہ انصاری)

فلسطین پر اسرائیل کی تازہ جارحیت کے خلاف حلقہ لاہور کا احتجاجی مظاہرہ

2008ء کا سال اپنے اختتام کو پہنچنے والا تھا کہ 27 دسمبر کو اسرائیل نے یک طرفہ طور پر کارروائی کرتے ہوئے، فلسطینیوں پر حملہ کر دیا اور اس حملے میں سینکڑوں مسلمان شہید ہوئے، جن میں عورتیں اور بچے بھی شامل ہیں اور ہزاروں زخمی بھی ہوئے۔ اس واقعے سے دنیا بھر کے مسلمانوں میں اضطراب کی لہر دوڑ گئی مگر افسوس یہ ہے کہ امریکہ اور اقوام متحدہ اس پر خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں۔ تنظیم اسلامی حلقہ لاہور نے ملی جذبے کے تحت اسرائیلی درندگی کے خلاف اور مظلوم فلسطین بھائیوں کی حمایت میں ایک مظاہرہ کا پروگرام بنایا۔ یہ مظاہرہ 31 دسمبر کو ہوا۔ حلقہ لاہور کے رفقاء نماز عصر کے وقت مسجد شہداء میں اکٹھے ہوئے۔ نماز کی ادائیگی کے بعد ناظم مظاہرہ غازی محمد وقاص نے مظاہرہ کی فارمیشن بنائی اور رفقاء امیر حلقہ کی زیر قیادت واک کرتے ہوئے مسجد شہداء سے فیصل چوک بالمقابل اسمبلی ہال پہنچے۔ رفقاء نے جو بینرز و پلے کارڈ اٹھا رکھے تھے اُن پر درج عبارتوں میں سے چند درج ذیل ہیں:

☆ ممبئی پر مبینہ دہشت گردی...... اقوام متحدہ کی فوری کارروائی
نہتے فلسطینیوں پر اسرائیل کی وحشیانہ بمباری...... اقوام متحدہ کی پراسرار خاموشی
☆ اسلام اور پاکستان لازم و ملزوم ہیں

کارروائی کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ حافظ محمد وقاص نے تلاوت اور ترجمہ کی سعادت حاصل کی۔ بعد ازاں تجمل حسن میر نے مظاہرین سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ سینکڑوں قبائلی نیٹو کی ٹارگٹ بمباری سے، ہزاروں عراقی اور افغانی امریکی ٹارگٹ بمباری سے اور سینکڑوں فلسطینی اسرائیل کی ٹارگٹ بمباری سے ہلاک ہو رہے ہیں اور مغرب خاموش ہے۔ سڑکوں پر پڑی لاشیں، بے یارومددگار زخمی اور خون میں ڈوبے فلسطینی بچوں کے معصوم چہرے چیخ چیخ کر اسرائیلی درندگی اور بربریت کا اعلان کر رہے ہیں مگر دنیا اندھی، بہری اور گونگی بنی ہوئی ہے۔ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ ایک طرف بھارت میں لوگ مارے جاتے ہیں تو ساری دنیا بغیر ثبوت کے پاکستان کے خلاف پروپیگنڈا شروع کر دیتی ہے، اور دوسری طرف اسرائیل سرعام مسلمانوں کی نسل کشی کر رہا ہے اور دنیا خاموش تماشائی کا کردار ادا کر رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ اسرائیل گٹھ جوڑ نے دنیا کا امن تباہ کیا ہوا ہے۔ امریکہ اسرائیل کو سالانہ 3 ارب ڈالر سے زیادہ امداد دیتا ہے۔ اسرائیل بننے کے بعد سے اب تک امریکی حکومت اسرائیل کو 130 بلین ڈالرز سے زیادہ کی مدد کر چکی ہے۔

اس کے بعد نعیم اختر عدنان نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اسرائیل کا وجود انسانیت کے سینے پر ناسور ہے۔ یہ مغرب اور UNO کے درمیان گٹھ جوڑ کے نتیجے میں وجود میں آیا اور اس کے بارے میں قائد اعظم کا وہ جملہ مشہور ہے کہ ”اسرائیل مغرب کی ناجائز اولاد ہے“۔ انہوں نے کہا کہ یہودی اپنے منصوبے کے تحت گریٹر اسرائیل قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اور اس کے لئے وہ فلسطین کو مسلمانوں سے پاک کرنا چاہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے فلسطینیوں کا بے دریغ قتل عام کر رہے ہیں۔ اور اُسے انسانی حقوق کے نام نہاد علمبردار امریکہ، یورپ اور انجمن اقوام متحدہ کی مکمل پشت پناہی حاصل ہے۔ ستم بالائے ستم یہ ہے کہ اس وقت اس قتل عام پر مسلمانوں کا نمائندہ ادارہ OIC بھی گونگا شیطان بنا بیٹھا ہے۔

امیر حلقہ لاہور محمد جہانگیر نے اپنے خطاب میں صیہونی دہشت گردی کی پرزور مذمت کی۔ انہوں نے اس پر بھی افسوس کا اظہار کیا کہ اسرائیل وحشیانہ بمباری سے فلسطینی مسلمانوں کو شہید کر رہا ہے، مگر عرب لیگ اور O.I.C نے چپ سادھ رکھی ہے۔ وہ محض

نمائشی ادارے بن کر رہ گئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ سینکڑوں مسلمانوں کی شہادت سے صیہونی وحشتناک چہرہ ایک بار پھر نمایاں ہوگیا ہے، جبکہ امریکہ اسرائیل کے اس مسلم کش ہولناک جرم میں برابر کا شریک ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت امت مسلمہ ایک بار پھر سلطان صلاح الدین ایوبی کا انتظار کر رہی ہے۔ حالات کا تقاضا ہے کہ مسلم امہ متحدہ ہو کر اسرائیل درندگی کا مقابلہ کرے۔ اگر امت یونہی انتشار کا شکار رہی تو دشمنان اسلام مسلمانوں کو دنیا سے مٹا دینے سے بھی گریز نہیں کریں گے۔ امیر حلقہ نے کہا کہ ہماری بقا کا واحد راستہ یہ ہے کہ ہم پاکستان میں اسلام کے عادلانہ نظام کو نافذ کریں اور غاصب صیہونیوں اور جارح صلیبیوں کے مقابلے کے لیے عالم اسلام کا متحدہ محاذ تشکیل دیں۔ انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ فلسطینی مسلمانوں سے اظہار یکجہتی اور عالمی ضمیر کو جھنجھوڑنے کے لیے سرکاری طور پر ایک روزہ سوگ کا اعلان کرے۔ اس کے بعد جناب عبدالرشید رحمانی نے اجتماعی دعا کرائی اور رفقاء امیر حلقہ کی زیر قیادت واک کرتے ہوئے مسجد شہداء پہنچے۔ اس کے ساتھ ہی یہ مظاہرہ اختتام پذیر ہوا۔ (مرتب: محمد یونس)

پی آئی اے گارڈن کراچی میں اجتماعی توبہ کا پروگرام

پاکستان اس وقت تاریخ کے مشکل ترین دور سے گزر رہا ہے۔ وقت کا تقاضا ہے کہ ہم ان مشکلات کی وجوہات کو سمجھیں اور اس کا حقیقی حل سوچیں۔ 25 دسمبر 2008ء کو پی آئی اے گارڈن میں اجتماعی توبہ اور رجوع الی اللہ کا ایک نہایت کامیاب پروگرام ہوا۔ اس پروگرام سے اولڈ سٹی تنظیم کے امیر شجاع الدین شیخ نے خطاب کیا۔ انہوں نے ملک کے اندرونی اور بیرونی حالات، سرحدی صورت حال، قبائلی علاقہ جات کے معاملے پر حکمرانوں کے غیر حقیقت پسندانہ رویے کا ذکر کیا اور بحیثیت قوم ہماری اپنی کوتاہیوں پر بھی روشنی ڈالی۔ انہوں نے کہا کہ یہود و ہنود آج مسلمانانِ عالم کی تباہی و بربادی کے ایک نکاتی مشن پر عمل پیرا ہیں اور ہم بھی ان کے دباؤ میں آ کر اپنے ہی مسلمان بھائیوں کے خلاف کارروائیاں کر کے دانستہ و نادانستہ اپنے ہی خلاف مشن میں ان کا ساتھ دے رہے ہیں۔ انہوں نے واضح کیا کہ ہم نے یہ ملک اسلام کے نام پر حاصل کیا تھا، مگر یہاں اسلامی نظام نافذ نہ کر کے اجتماعی طور پر ہم اللہ تعالیٰ سے عہد شکنی کے مرتکب ہوئے ہیں۔ انفرادی طور پر ہماری نافرمانیوں اور بداعمالیوں کی وجہ سے ہم پر ایسے حکمران مسلط کر دیے گئے ہیں جو لادینیت اور ظالمانہ نظام کے محافظ بنے ہوئے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ جو قومیں اپنے اصولی و بنیادی نظریے سے انحراف کرتی ہیں، تباہ ہو جاتی ہیں۔ ہماری بقا اسلام کے ساتھ ہے۔ اس سے تعلق کمزور ہونے کی وجہ سے آج ہم دنیا میں ذلیل و خوار ہیں۔ اس پر عمل پیرا ہونے سے ہی ہمیں دنیا میں باعزت مقام حاصل ہو سکتا ہے۔ اس لیے ابھی وقت ہے کہ ہم انفرادی اور اجتماعی سطح پر اللہ سے توبہ کریں' اللہ کی طرف رجوع ہوں، تا کہ موجودہ تمام اندرونی و بیرونی مشکلات سے نکل سکیں اور اقوام عالم میں باوقار مقام حاصل کر سکیں۔

بعد ازاں عبدالرزاق کوڈ وادی نے توبہ اور دعا کی اہمیت پر مختصر بیان کیا۔ انہوں نے دعا کی اہمیت و فضیلت کو قرآن و حدیث کی روشنی میں واضح کیا اور پھر اجتماعی طور پر اس طرح توبہ کی گئی اور دعائیں مانگی گئیں کہ تقریباً ہر آنکھ اشکبار ہوگئی۔

پروگرام میں حاضرین کی تعداد تقریباً 1000 رہی۔ اس موقع پر تنظیم اسلامی کی جانب سے مکتبہ بھی لگایا گیا تھا جس سے ایک بڑی تعداد میں لوگوں نے استفادہ کیا۔ یہ پروگرام تقریباً سوا گیارہ بجے شروع ہوا اور ظہر تک جاری رہا۔ (رپورٹ: محمد یوسف صدیقی)

حلقہ لاہور میں نئے شامل ہونے والے رفقاء سے تعارفی نشست

21 دسمبر 2008ء بروز اتوار صبح ساڑھے دس بجے قرآن اکیڈمی میں تنظیم اسلامی حلقہ لاہور میں شامل ہونے والے نئے رفقاء کی امیر حلقہ کے ساتھ ایک تعارفی نشست ہوئی۔ پروگرام کا آغاز تلاوت کلام پاک مع ترجمہ سے ہوا۔ یہ سعادت تجمل حسن میر نے حاصل کی۔ اس کے بعد تجمل میر صاحب ہی نے ملٹی میڈیا کی مدد سے تنظیم اسلامی کے جھنڈے اور Logo کا تعارف کرایا، نیز تنظیم اسلامی کے ڈھانچے (رفقاء کا رجسٹریشن نمبر، اسرہ، مقامی تنظیم، حلقہ جات اور مرکزی ٹیم) کے بارے میں حاضرین کو آگاہ کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ حلقہ لاہور کی مقامی تنظیم اور ان کی حدود کا بھی تعارف کرایا۔ اس کے بعد امیر حلقہ نے اپنا اور اپنی ٹیم کا مختصر تعارف کرایا۔ اُن کی ہدایت پر پروگرام میں شامل رفقاء نے نام، تعلیم، پیشہ، تنظیم میں شامل کب ہوئے اور تعارف کیسے ہوا؟ کے عنوانات کے تحت باری باری اپنا تعارف کرایا۔ یہ پروگرام خاصا دلچسپ رہا۔

اس پروگرام کے بعد حلقہ کے ناظم تربیت محسن محمود نے بیعت اور جماعت کے عنوان سے گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ اقامت دین کی جدوجہد ایک جماعت کے بغیر نہیں ہو سکتی اور جماعت کے لیے مسنون بنیاد بیعت سمع طاعت فی المعروف ہے جس پر تنظیم اسلامی کی بنیاد رکھی گئی ہے، اور یہی واحد طریق جماعت ہے جو سنت سے ثابت ہے۔ اس کے بعد قرۃ العین نے ملٹی میڈیا کی مدد سے نظام العمل میں درج رفقاء کے اوصاف پر گفتگو کی۔ انہوں نے رفقاء سے کہا کہ تنظیم اسلامی میں آپ کی شمولیت منزل نہیں ہے، بلکہ یہ تو ایک پلیٹ فارم ہے جس کے ذریعے آپ نے منزل تک پہنچنا ہے اور ہم سب کی منزل تو اللہ کی رضا ہے، جس کے لیے ہمیں مومنانہ کردار اپنانا ہوگا۔

پروگرام کے آخر میں امیر حلقہ نے حدیث نبوی "قیامت کے دن ابن آدم کے پاؤں ہل نہیں سکیں گے جب تک وہ ان پانچ سوالوں کا جواب نہ دے دے، عمر کہاں گنوائی، (پھر عمر کا خاص) جوانی کا زمانہ کیسے گزارا۔ مال کیسے کمایا اور کس طرح خرچ کیا۔ نیز جو علم حاصل کیا اس پر عمل کتنا کیا۔" کی روشنی میں تذکیری گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ ساتھیو! اگر ہم اس حدیث کی روشنی میں اپنا طرزِ عمل درست کر لیں تو یہ ہمارے لیے بڑی سعادت کی بات ہوگی۔ انہوں نے رفقاء کو ہدایت کی کہ وہ جلد از جلد مبتدی تربیت گاہ میں شریک ہوں، تا کہ اُن پر دینی فکر واضح ہو۔ نماز ظہر کی ادائیگی اور ظہرانے کے بعد یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ (مرتب: محمد یونس)

حلقہ کراچی شمالی کے ماہانہ تربیتی اجتماع کی روداد

حلقہ کراچی شمالی کے زیر اہتمام دوسرا ماہانہ تربیتی اجتماع قرآن اکیڈمی یاسین آباد میں 28 دسمبر 2008ء کو منعقد ہوا۔ پروگرام کا آغاز ساڑھے سات بجے نارتھ ناظم آباد تنظیم کے رفیق طٰہٰ غیاث نے تلاوت قرآن پاک سے کیا۔ اورنگی تنظیم کے امیر حافظ عمیر انور نے تذکیر بالقرآن کے تحت سورۃ الفیل پر بیان کرتے ہوئے موجودہ حالات کا تقابل 570ء کے حالات سے کیا اور واضح کیا کہ قریش کے سرداروں نے مصیبت کو سامنے دیکھتے ہوئے اللہ پر توکل کیا تو جواب میں اللہ نے ان کی مدد کی، اگر آج ہم بھی بحیثیت قوم توبہ کریں تو نصرت الٰہی ہمارے شامل حال ہوگی۔ اس کے بعد اولڈ سٹی کے رفیق محمد نعمان نے اخلاق نبوی ﷺ کے سلسلے کے تحت "ایفائے عہد" پر تذکیری گفتگو کی اور سیرت النبی ﷺ سے ایمان افروز واقعات بیان کرتے ہوئے عہد کی پاسداری کے ضمن میں خود سے عہد، بندوں سے عہد، اور اللہ سے عہد کو پورا کرنے کی شعوری کوشش کرنے کی اہمیت بیان کی۔ اس کے

بعد ناشتہ کا وقفہ ہوا۔ دوسری نشست میں اولڈ سٹی کے امیر شجاع الدین شیخ نے سورۃ التوبہ آیات 111-112 پر گفتگو کرتے ہوئے بگڑے ہوئے معاشرے میں نہی عن المنکر اور اس کے تین درجوں اور فرائض دینی کے تصور کو بیان کیا۔ اس کے بعد وسطی تنظیم کے رفیق اشفاق حسین نے ''خاصانِ خدا کا تقویٰ'' کے عنوان پر خطاب کیا اور تقویٰ کے درجات اور قرآن کی روشنی میں حصول تقویٰ کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔

گیارہ بجے وقفہ دیا گیا، تاکہ رفقاء آپس میں رابطہ وملاقات کریں۔ ساڑھے گیارہ بجے تیسری نشست کا آغاز ہوا، جس میں سیف اللہ سیف نے محرم الحرام کے موقع پر ہونے والے مسنون اعمال اور رائج بدعات سے رفقاء کو آگاہ کیا اور مسنون اعمال کی ادائیگی شعوری طور پر کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔ اس کے بعد حلقہ کے ناظم دعوت نے دعوت کے مراحل پر حلقہ اور مرکز کی جانب سے فراہم کی جانے والی ہدایات سے آگاہ کیا۔ اس کے بعد مقامی تنظیم کے 3 رفقاء نے انفرادی دعوت دین کے حوالے سے اپنے تاثرات اور تجربات سے شرکاء اجتماع کو آگاہ کیا۔ تنظیم اسلامی نارتھ کراچی کا تعارف جو اس پروگرام کی میزبان تنظیم تھی، پروگرام کے اسٹیج سیکرٹری اسامہ علی نے پیش کیا۔ اس کے بعد امیر حلقہ کراچی شمالی نے اپنے تاثرات بیان کئے، اعلانات کئے اور سوالوں کے جواب دیئے۔ انہوں نے نئے نامزد امراء نارتھ کراچی و نارتھ ناظم آباد کا تعارف بھی کرایا۔ ایک بجے مسنون دعا پر پروگرام کا اختتام ہوا۔ اس پروگرام میں 158 رفقاء نے شرکت کی۔ (مرتب: عطاء الرحمٰن عارف)

بقیہ: کالم آف دی ویک

ہاتھ کیسے پکڑا جائے۔ ظالم اور جابر تو متحد ہیں۔ مگر افسوس کہ مظلوم اور کمزور افراد ہوں یا قومیں اور ممالک ڈرے ہوئے اور سہمے ہوئے ہیں، منتشر اور بکھرے ہوئے ہیں۔ فلسطین سے لے کر کشمیر تک اور عراق سے لے کر افغانستان تک خون مسلم سے ہولی کھیلی جارہی ہے۔ مسلم امہ کے دل زخمی زخمی ہیں۔ ہر طرف خون مسلم کی ارزانی ہے۔ امریکا، اسرائیل اور بھارت کی ٹرائیکا مسلمانوں پر حملہ آور ہے۔ ایک منصوبہ بندی اور منظم سازش کے تحت مسلمانوں کی نسل کشی کا سلسلہ جاری ہے۔ دوسری طرف دیکھیں تو مسلم امہ کی حالت انتہائی ناگفتہ بہ ہے۔ اتحاد اور یکجہتی نام کی کوئی چیز عملاً موجود نہیں ہے۔ عوام اور حکمرانوں کی سوچ میں واضح فرق موجود ہے۔ حکمران اپنے اقتدار کے لیے امریکا کی خوشنودی اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں، جبکہ عوام اپنے دکھوں اور مصیبتوں کا باعث ہی امریکا کو گردانتے ہیں۔

مسلم عوام اور حکمرانوں کی سوچ اگر ایک ہو جائے تو وہی انقلاب اور تبدیلی کا وقت ہو گا۔ مسلمانوں کی عظمت رفتہ کی بحالی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف پلٹنے میں ہے، جدید علوم وفنون کے حصول میں ہے۔ جب تک ہم اپنے پاؤں پر کھڑے نہیں ہوں گے، ہم اپنے فیصلے خود نہیں کریں گے، ذلت ورسوائی اور زوال وپسماندگی کا خاتمہ نہیں ہوگا۔ اگر ڈیڑھ ارب کلمہ گو اور 58 اسلامی ممالک اپنے آپ کو بدلنے کی کوشش نہیں کریں گے تو پھر غزہ کے بعد اور بھی شہروں اور ملکوں کی باری آسکتی ہے۔ (بشکریہ روزنامہ ''اسلام'')

بقیہ: اداریہ

خدا جانے یہ کیوں غور نہیں کرتے کہ ان سے پہلوں کا انجام کیا ہوا۔ زندگی کی یہ چند ساعتیں عیش وعشرت سے گزارنے کی خاطر یہ ہمیشہ کی ذلت کے خریدار اور خوفناک آگ کا ایندھن بن جاتے ہیں۔ وہ اللہ رب العزت جو مسلمان کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان کا ایذا دیا جانا پسند نہیں کرتا' وہ مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہانے میں معاون بننے پر ان سے کیا سلوک کرے گا۔ بہرحال ان شر سے بھی ایک خیر متوقع ہے۔ ہم ایک عربی جریدے کی اس رائے [redacted]
مسلمانوں کا قتل

صدر ناصر کے دور میں ظلم وستم ہوا تھا اس نے مصری جیلوں کو ردِعمل کا گہوارہ بنا دیا تھا اور اس ظلم کی کوکھ سے صدر انور سادات کے قاتلوں نے جنم لیا تھا۔ آج جس انداز میں غزہ میں حماس کے خلاف کارروائی کے نام پر فلسطینی عوام کا قتل عام کیا جارہا ہے وہ عالم عرب میں مزاحمت کی نئی تحریکوں کو نئی صف بندی عطا کردے گا''۔ عرب حکمرانوں کے خلاف سینوں میں پکنے والا لاوا کسی وقت بھی آتش فشاں کی صورت اختیار کر سکتا ہے جس میں یہ ایجنٹ حکمران جل کر بھسم ہو جائیں گے۔ اور ہمیں یقین ہے کہ عراق، افغانستان، غزہ اور کشمیر میں مسلمانوں کی پیٹھ پر برسنے والے کوڑے اُمت مسلمہ کے مردہ جسد کو حیات نو عطا کریں گے۔ اور موجودہ مسلمان حکمران جو خون مسلم کی ارزانی پر خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں، وہ نسیاً منسیاً ہو جائیں گے۔ مسلمانوں کی قیادت صالحین کو واپس ملے گی۔ پھر حق باطل سے ٹکرائے گا اور اسے پاش پاش کردے گا۔

کاروباری اور ملازمت پیشہ افراد کے لیے
بنیادی دینی علوم سے آگاہی کا موقع
الحمدللہ، مرکزی انجمن خدام القرآن کے شعبہ تدریس کے زیر اہتمام
فہمِ دین کورس
کا
2 فروری 2009ء سے آغاز ہو رہا ہے (ان شاء اللہ)
مضامین: ☆ ابتدائی عربی گرامر ☆ تجوید وقراءت (ناظرہ قرآن مجید
☆ نماز وادعیہ ماثورہ کا ترجمہ وحفظ ☆ ترجمہ قرآن مجید
☆ دین کے بنیادی موضوعات پر لیکچر
دورانیہ: 4 ماہ...... اوقات تدریس: مغرب تا عشاء
داخلے کے خواہش مند حضرات
قرآن اکیڈمی 36 کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور
کے استقبالیہ سے داخلہ فارم حاصل کر کے وہیں جمع کرادیں
فون: 5869501، ای میل irts@tanzeem.org

توبہ کی منادی
سارے جھگڑے چھوڑو
قرآن سے رشتہ جوڑو!